ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام
www.KitaboSunnat.com
بحیثیت
والد
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

قیمت ـــــــ 65/- روپے

حافظ عباد الٰہی ......Ph # 2106400

پاکستان میں ملنے کا پتہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Ph:7351124 - 7230585

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ نمبر

دیباچہ
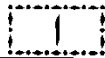
۱

اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد طلب کرنا

۲

اولاد کی دینی مصلحت کو دنیاوی مفادات پر ترجیح دینا

۳

بیٹے اور بیوی کی دنیوی مصلحت کا خیال رکھنا

۴

اپنی نسل کے لیے پھلوں کے رزق کی دعا

۵

اپنی نسل کے لیے عبادت وطاعت میں معاون رزق طلب کرنا

۶

بیٹے اور اس کے اہل خانہ کے رزق میں برکت کی دعا

۷

اپنی نسل کے لیے منتخب شہر کے پُرامن ہونے کی دعا

۱۰

بیٹوں کے لیے ہر شر سے پناہِ الٰہی کے حصول کی فریاد

11

اولاد کو کہی جانے والی بات پر خود عمل کرنا

12

اللہ تعالیٰ سے نسل میں سے امت مسلمہ بنانے کی دعا

۱۳

اپنی نسل کو نماز قائم کرنے والے بنانے کا اہتمام

۱۴

بہو کے صابرہ شاکرہ ہونے کی خواہش اور کوشش

۱۵

بیٹے اور اہل خانہ کی خبر گیری

۱۸

لوگوں کے دل اپنی نسل کی طرف مائل کرنے کی دعا

۲۲

اولاد کو موت تک دین پر ثابت قدم رہنے کی وصیت

۲۳

مرتے دم تک اولاد کو وعظ و نصیحت

دیباچہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّم.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[1]

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[2]

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ☆ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾[3]

اما بعد! مسلمان والدین کی نگاہوں میں ایک انتہائی اہم معاملہ یہ ہے کہ وہ

---

[1] سورہ آل عمران / الآیة ۱۰۲.

[2] سورة النساء / الآیة ۱.

[3] سورة الأحزاب / الآیتان ۷۰، ۷۱.

اپنی اولاد کے لیے کن چیزوں کے حصول کی رغبت کریں؟ انہیں کن چیزوں سے بچانے کی کوشش کریں؟ اور پھر اپنے جگر کے گوشوں کے بارے میں اپنی تمناؤں، آرزوؤں اور ارادوں کی تکمیل کیسے کریں؟ اور انہیں کس طرح مصائب، مشاکل، آفات اور برائیوں سے محفوظ کر دیں؟

اللہ رب العزت کے امت اسلامیہ پر ان گنت احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب عزیز قرآن مجید اور سنت مصطفیٰ ﷺ میں اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بحیثیت والد سیرت مطہرہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ فرما دیا ہے جو کہ راہ نمائی کے طلب گار والدین کے لیے مشعلِ راہ اور منارِ ہدایت ہے۔ ان کی سیرتِ مطہرہ میں اولاد کے متعلق والدین کے بہت سے سوالات کے جوابات موجود ہیں۔ انہی سوالات میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے کن چیزوں کو پسند فرمایا؟

ب: انہوں نے کن چیزوں سے اپنی اولاد کو بچانے کی رغبت اور کوشش کی؟

ج: اولاد کے بارے میں اپنے عزائم اور ارادوں کی تکمیل کے لیے انہوں نے کیا کیا طریقے اختیار فرمائے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بحیثیتِ والد شان وعظمت کو سمجھنے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء قائد المرسلین حضرت محمد ﷺ کو ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [1]

---

[1] سورۃ النحل / الآیۃ ۱۲۳

[ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف - علیہ السلام - کی پیروی کریں اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا]

اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم آنحضرت ﷺ کی امت کو دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[1]

[ترجمہ: کہہ دیجیے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تم ابراہیم حنیف - علیہ السلام - کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا]

اولاد کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں خود اپنے لیے اور دیگر والدین کے لیے راہ نمائی حاصل کرنے کی غرض سے [حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد] کے عظیم موضوع کے بارے میں اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گفتگو کرنے کا عزم کیا ہے۔

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

مولائے رحمٰن ورحیم کے فضل وکرم سے کتاب کی تیاری کے دوران درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱۔ اس کتاب کی بنیاد اور اساس قرآن وسنت ہے۔

۲۔ احادیث شریفہ کو ان کے اصل مراجع سے نقل کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گیے ہیں۔ صحیحین کی احادیث کے ثبوت پر اجماع امت کے پیش نظر

---

[1] سورۃ آل عمران / الآیۃ ۹۵۔

ان کے بارے میں علمائے امت کے اقوال کو ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

۳۔ رب علیم وحکیم کی عنایت سے [بحیثیت والد سیرت ابراہیم علیہ السلام] سے تئیس باتیں اخذ کی گئی ہیں۔ کتاب وسنت سے ان باتوں کا استنباط کرتے وقت کتب تفسیر اور شروح حدیث سے استفادے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴۔ غیر ثابت شدہ احادیث اور اسرائیلی روایات سے کلی طور پر اجتناب کیا گیا ہے کیونکہ کتاب وسنت کی ثابت شدہ باتیں ہمارے لیے بہت کافی ہیں۔

۵۔ سیرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد سے حاصل شدہ باتوں کی تائید میں کتاب وسنت سے کچھ دیگر شواہد پیش کیے گیے ہیں۔ البتہ انہیں ذکر کرتے وقت اختصار کی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ کتاب کے آخر میں مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کی گئی ہیں تاکہ مراجعت کرنے والے حضرات کو ان تک رسائی میں دقت نہ ہو۔

کتاب کا خاکہ:

مولائے رؤوف وودود کی کرم نوازی سے کتاب کی تقسیم درج ذیل انداز میں کی گئی ہے:

- پیش لفظ

- سیرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد سے حاصل شدہ تئیس باتیں

---

[1] صحیحین کی احادیث کے متعلق علمائے امت کے اقوال ذکر نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کی صحت پر اجماع امت ہے۔ (ملاحظہ ہو: مقدمة النوويؒ لشرحه على صحيح مسلم ص ۱٤؛ ونزهة النظر للحافظ ابن حجرؒ ص ۲۹)

[ہر بات نمبر اور عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہے]

- خاتمہ:

- خلاصہ کتاب

- اپیل

شکر و دعا:

بندہ خطا کار اپنے خالق مالک مولائے رحمٰن و رحیم کے لیے سراپا تشکر و امتنان ہے کہ اس نے مجھ ناکارے اور ناتواں کو اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے اس گوشے کے متعلق کام شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب اس ہی سے اس معمولی اور حقیر کوشش کو قبول فرمانے کی عاجزانہ التماس ہے۔ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

رب ذوالجلال والاکرام سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ میرے گرامی قدر والدین محترمین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے میری تعلیم و تربیت اور دین کی محبت و عظمت میرے دل میں راسخ کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کی۔ ﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾

اپنے معزز ساتھی اور بھائی پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ساداتی شنقیطی کا شکر گزار ہوں کہ اس کتاب کی تیاری میں ان کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا۔

اپنے عزیزان القدر بیٹوں حافظ حماد الٰہی، حافظ سجاد الٰہی، عباد الٰہی اور عزیزات القدر بیٹیوں کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے کتاب کی تیاری اور مراجعت میں خوب تعاون کیا۔ اپنی اہلیہ اور اولاد کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے میری مصروفیات کا

خیال رکھا اور مقدور بھر میری خدمت کی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَمِیْعًا خَیْرَ الْجَزَاءِ فِي الدَّارَیْنِ۔

رب حي وقیوم اس کتاب کو میرے اور سب قارئین کرام کے لیے ذریعہ نجات بنائے، اور اس کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے مبارک اور مفید بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالَی عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَی آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ۞

١

اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد طلب کرنا

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں موجود باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وطن اور قوم سے ہجرت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد عطا فرمانے کی درخواست کی۔

دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۞ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [1]

[ترجمہ: اور اس [ابراہیم علیہ السلام] نے کہا: میں اپنے رب کی طرف [ہجرت کرکے] جا رہا ہوں وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا۔ اے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ زمخشری نے ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ کی تفسیر میں قلم بند کیا ہے کہ ان کی دعا کا مقصود یہ ہے کہ مجھے نیک اولاد عطا فرما کیونکہ لفظ [الهبة] غالباً اولاد کے عطا فرمانے کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ [2]

شیخ محمد عدویؒ نے تحریر کیا ہے: ''پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں

---

[1] سورة الصافات / الآيتان ٩٩۔١٠٠.

[2] ملاحظه هو: الكشاف ٣٤٧/٣؛ نیز ملاحظه هو: التفسير الكبير ١٥١/٢٦

صالح اولاد عطا فرمائے‘‘۔[1]

نیک اولاد طلب کرنے کی حکمت:

قاضی بیضاویؒ نے نیک اولاد طلب کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’وہ دعوت واطاعت کے کاموں میں میری اعانت کریں اور پردیس میں میرے مونس اور غم خوار بنیں‘‘۔[2]

شیخ ابن عاشورؒ اس بارے میں رقم طراز ہیں: ’’انہوں نے [اپنی دعا میں] اولاد کے ساتھ ان کے نیک ہونے کا ذکر کیا کیونکہ نعمتِ اولاد کی تکمیل ان کی نیکی کے ساتھ ہوتی ہے۔ بیٹوں کی نیکی باپوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک بھی اولاد کی نیکی ہی کے آثار میں سے ہے‘‘۔[3]

بعض لوگوں کا طرز عمل:

اس مقام پر شاید یہ تنبیہ کرنا مناسب ہو کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے اولاد طلب کرتے وقت ان کے نیک ہونے کا ذکر نہیں کرتے، ان کی دعا صرف یہ ہوتی ہے کہ: ’’اے اللہ ہمیں اولاد عطا فرما‘‘۔ اور کچھ حضرات ایسے بھی ہیں کہ اولاد کے بگڑنے کی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد بھی اولاد کی نیکی کی دعا کے موثر، مفید اور مضبوط ہتھیار سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے لوگوں کے برعکس اولاد کے ملنے سے پہلے ہی سے یہ فریاد شروع کر دیتے ہیں

---

[1] دعوة الرسل ص ٦٠.

[2] تفسير البيضاوي ٢/٢٩٨؛ نيز ملاحظه هو: فتح القدير ٤/٥٧٤؛ وروح المعاني ٢٣/١٢٧.

[3] التحرير والتنوير ٢٣/١٤٨ [partially obscured]

کہ وہ صالحین میں سے ہوں، کیونکہ نیکی سے دور اولاد اپنے والدین کے لیے افسوس، رنج، پریشانی اور بے چینی کا سبب بنتی ہے، بلکہ وہ تو ان کے لیے دنیا و آخرت میں وبال جان ہوتے ہیں[1]۔ اے اللہ کریم! ہماری اولادوں کو نیک بنا اور ان میں سے کوئی بد بخت اور محروم نہ ہو۔ آمین یاحي یاقیوم۔

اولاد کی دینی مصلحت کو دنیوی مفادات پر ترجیح دینا

عام طور پر لوگ اپنی اولاد کو وہاں بساتے ہیں جہاں دنیوی وسائل اور اسباب کی کثرت ہو، پانی کی فراوانی ہو، اناج، سبزیاں اور پھل وافر مقدار میں ہوں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معیار انتخاب یہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنی اولاد کو وہاں آباد کیا جہاں پانی تھا نہ کھیتی، نہ دنیوی وسائل تھے اور نہ ہی سامان تعیش تھا۔ لیکن وہ مقام حرمت والے گھر کی جگہ تھی، اور وہاں اولاد کے بسانے میں ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر میں نماز کو قائم کریں۔

---

[1] حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی بیٹے کے ملنے سے پہلے ہی اس کے نیک ہونے کی فریاد کی، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ آل عمران /الآية ۳۸۔ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً) یعنی نیک نسل۔ (تفسير القرطبي ٤/ ٧٢)۔ اور اسی دعا کا ذکر سورۃ مریم میں بایں الفاظ فرمایا: ﴿وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ (جزء من الآية ٦)۔ علاوہ قرطبیؒ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے: ''اس کے اخلاق اور اعمال پسندیدہ ہوں''۔ (تفسير القرطبي ١١/ ٨٢)۔

دلیل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس ارادے کا اظہار اس دعا میں کیا جو انہوں نے اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو وہاں چھوڑتے وقت کی۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:

''ثُمَّ جَاءَ بِهَا (أُمّ إِسْمَاعِيل) إِبْرَاهِيْمُ، وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيْلِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ – وَهِيَ تُرْضِعُهُ – حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ. ثُمَّ قَفّٰى إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُنْطَلِقًا ...... حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ﴿ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ ﴾[1] ''[2]

پھر ابراہیم علیہ السلام (والدہ اسماعیل) کو اور اس کے بیٹے اسماعیل۔علیہما السلام۔کو جنہیں وہ [ان دنوں] دودھ پلا رہی تھی لے آئے، اور ان دونوں کو گھر (خانہ کعبہ) کے پاس، بڑے درخت کے قریب مسجد کے بالائی حصے میں بٹھا دیا جہاں [اب] زمزم ہے، اور تب مکہ میں کوئی نہ تھا، اور نہ ہی پانی تھا، ان دونوں کو اس مقام پر چھوڑا۔ اور خود ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا رخ کیا، یہاں تک کہ جب ٹیلے کے پاس پہنچے جہاں

---

[1] سورة إبراهيم – عليه السلام – / جزء من الآية ۳۷ .

[2] صحيح البخاري، كتاب الانبياء، باب يزفّون: النسلان في المشي، جزء من رقم الرواية ۳۳۶۴ باختصار ۶/۳۹۶.

وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے، انہوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کیا، اور پھر ہاتھ اٹھا کر درج ذیل الفاظ کے ساتھ دعا کی: ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾

[ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رب! [یہ اس لیے] تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ) میں (لِيُقِيْمُوْا) کا [لام] [لام کي] ہے [یعنی ایسا لام ہے جو وہاں بسانے کی غرض و غایت کو بیان کرتا ہے] اور معنی یہ ہے کہ میرے یہاں اولاد کو آباد کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ آپ کے عزت والے گھر میں نماز قائم کریں۔[1]

قاضی بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: "(رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ) میں [لام] [لام کي] ہے اور [أَسْكَنْتُ] سے متعلق ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ میں نے دنیاوی آسائشوں اور وسائل رزق سے خالی اس سرزمین میں اپنی اولاد کو صرف اس لیے آباد کیا ہے تاکہ وہ آپ کے عزت والے گھر کے جوار میں نماز قائم کریں۔ اور [رَبَّنَا کے الفاظ کے ساتھ] تکرار اور نداء، اور اس کو دعا کے درمیان ذکر کرنے سے

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۹/۳۷۱؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۹/۱۳۶.

یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کے وہاں بسانے کی غرض وغایت صرف یہی ہے''۔[1]

بعض والدین کا طرزِ عمل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس فیصلے میں ان باپوں سے یکسر مختلف تھے جو اپنی اولاد کے لیے جائے سکونت کا انتخاب کرتے وقت صرف دنیوی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ان کے فیصلے سے ان کی اولاد کے دین، اخلاق اور آخرت کے بنانے اور بگاڑنے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

دنیاوی مفادات کو مطمحِ نظر بنانے کا بُرا انجام:

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اسی بارے میں پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنْهَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ"[2]

''جس کا مقصود صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر فقر مسلط کر دیتے ہیں،

---

[1] تفسير البيضاوي ۱/۵۲۰؛ نیز ملاحظہ ہو: المحرّر الوجيز ۱۰۰/۹۲-۹۳؛ وتفسير أبي السعود ۵/۵۲؛ وروح المعاني ۳/۲۳۷؛ وتفسير القاسمي ۱۰/۳۴.

[2] یہ امام ترمذیؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث شریف کا ایک حصہ ہے۔ [ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب، رقم الحديث ۲۵۸۳، ۷/۱۳۹-۱۴۰]

اور شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲/۲...

اس کے معاملہ کو بگاڑ دیتے ہیں اور دنیا اس کو اتنی ہی میسر آتی ہے جو اس کے مقدر میں کی جا چکی ہے''۔

اور اسی سلسلے میں ایک شاعر نے کہا:

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيقِ دِيْنِنَا ✿ فَلَا دِيْنُنَا يَبْقَى وَلَا مَا نُرَقِّعُ

[ہم اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے اپنے دین کو چیرتے ہیں، اس پیوند کاری سے نہ ہی دین سالم رہا، اور نہ ہی دنیا سدھری]

اللہ رب العزت ہمیں ایسے بدقسمت لوگوں کی راہ سے بچائے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر چلائے۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

۳

بیٹے اور بیوی کی دنیوی مصلحت کا خیال رکھنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اولاد کے دینی مفادات کو دنیوی مصالح پر فوقیت دینے کا معنی یہ نہ تھا کہ وہ ان کے دنیوی مفادات سے غفلت برتتے۔ وہ شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اپنے وسائل کی حدود میں ان کے دنیوی تقاضوں اور ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام بھی فرماتے۔

دلیل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ

کو بیت اللہ کے جوار میں بسانے کے لیے لائے تو اپنے ہمراہ ان دونوں کے لیے کھجوروں کا تھیلا اور پانی کا مشکیزہ لائے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:

"ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - وَهِيَ تُرْضِعُهُ - حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ"[1]

"پھر ابراہیم علیہ السلام اس [والدہ اسماعیل] کو، اور اس کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو، جنہیں وہ [ان دنوں] دودھ پلا رہی تھی، لے آئے، ان دونوں کو گھر (خانہ کعبہ) کے پاس بڑے درخت کے قریب مسجد کے بالائی حصے میں بٹھا دیا جہاں [اب] زمزم ہے، اور تب مکہ میں کوئی نہ تھا، اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ انہوں نے کھجوروں کا چمڑے کا بنا ہوا تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ ان دونوں کے پاس رکھ دیا"۔

بعض لوگوں کا طرز عمل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اور بیوی کے لیے کھجوروں اور پانی کے مہیا کرنے کا اہتمام فرمایا۔ ان کے طرز عمل کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ دینی مقاصد کے لیے اپنے گھروں سے نکل جاتے ہیں، لیکن اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ اور دیگر جائز تقاضوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ تنبیہ کرنے پر فوراً جواب دیتے ہیں کہ: "جس اللہ کی راہ میں جا رہے ہیں وہ ضرور ان کا بندوبست فرمائے گا"۔

---

[1] صحیح البخاري، كتاب الأنبياء، باب يزفّون: النسلان في المشي، جزء من رقم الرواية ٣٣٦٤، ٦/ ٣٩٦.

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اور بیوی کو بیت اللہ کے جوار میں حکمِ الٰہی کی تعمیل میں نہ چھوڑ رہے تھے؟ کیا انہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ نہ تھا؟ کیا ایسے لوگوں کا توکل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توکل سے زیادہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو کھجوروں کا تھیلا اور پانی کا مشکیزہ دینے پر قادر نہ تھا؟

ان سب باتوں کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے بیٹے اور بیوی کو اپنے وسائل کے بقدر جو میسر ہو سکا فراہم کیا، اور پھر ان کے معاملہ کو رب قادر کے سپرد کیا۔

کیا ہمارے ان بھائیوں نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ مبارک نہیں سنا؟

”كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوْتُ“[1]

[آدمی [کی بربادی] کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان کو ضائع کر دے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے]

یا وہ اس حدیث کو سن کر فراموش ہو چکے ہیں؟

❁❁❁❁❁

---

[1] اس حدیث کو امام ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، رقم الحديث ١٦٨٩، ٧٦/٥). شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔
(ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ٣١٧/١).

۴ اپنی نسل کے لیے پھلوں کے رزق کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اور بیوی کو کھجوروں کا تھیلا اور پانی کا مشکیزہ مہیا کرنے پر اکتفانہ کیا، بلکہ اپنے رب رزّاق سے التجا کی کہ وہ انہیں اور ان کی آئندہ نسل کو پھلوں کا رزق عطا فرمائے۔

دو دلائل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر، درج ذیل دو آیتوں میں کیا گیا ہے۔

ا۔ آیت کریمہ:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾[1]

[ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! [یہ اس لیے] تاکہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر کریں]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ شوکانیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(وَارْزُقْهُمْ مِنَ

---

[1] سورة إبراهيم / الآية ۳۷

الثَّمَرَاتِ): یعنی میری اس نسل کو جنہیں میں نے یہاں بسایا ہے، پھلوں کا رزق دے، یا [مراد یہ ہے کہ] انہیں اور ان کے ساتھ رہائش پذیر ہونے والے لوگوں کو ان سب قسموں کے پھلوں کا رزق عطا فرما جو اس جگہ پیدا ہوں یا باہر سے لائے جائیں''۔[1]

۲۔ آیت کریمہ:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾[2]

[ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما]

تفسیر آیت کریمہ:

حضرت خلیل علیہ السلام کی اس دعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی نسل کے لیے ان تمام اقسام کے پھلوں کے رزق کی دعا کی جو لوگوں کے درمیان معروف تھے۔ اس بارے میں شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: (وَالثَّـمَـرَات) میں تعریف [اَل] استغراق عرفی کے لیے ہے یعنی پھلوں کی وہ تمام اقسام جن سے لوگ آشنا ہیں، اور اس میں ان [کی نسل] کے لیے خوش حالی کی دعا ہے تاکہ وہ [سامانِ خورد ونوش کی قلت کے سبب] وہاں سے کوچ کا ارادہ نہ کریں۔[3]

---

[1] فتح القدير ۳/۱۶۱ .
[2] سورة البقرة / جزء من الآية ۱۲۶ .
[3] التحرير والتنوير ۱/۷۱۵ باختصار ؛ نيز ملاحظه هو : روح المعاني ۱/۳۸۵ .

دعائے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی قبولیت:

دینی مقاصد کی خاطر اپنی اولاد کو سر زمینِ مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ ان کے اس اقدام سے ہونے والی کمی کی وہ خود تلافی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا، اور جس چیز کے فقدان کا انہیں اندیشہ تھا وہی چیز اس سے اعلیٰ نوعیت اور وافر مقدار میں ان کی نسل اور اہل مکہ کو عطا فرمائی۔

دلیل:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾[1] الآیۃ

[ترجمہ: کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر چیز [یعنی قسم] کے پھل کھچے چلے آتے ہیں، [یہ] ہماری طرف سے رزق ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''(يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ) یعنی وہاں ہر سرزمین اور شہر کے پھل لائے جاتے ہیں''۔[2]

علامہ شوکانیؒ نے اس بارے میں قلم بند کیا ہے: ''وہاں مختلف جگہوں کے جدا جدا اقسام کے پھل لا کر اکٹھے کیے جاتے ہیں''۔[3]

---

[1] سورة القصص / جزء من الآية ٥٧ .

[2] تفسير القرطبي ١٣/ ٣٠٠ [3] فتح القدير ٤/ ٢٥٥

آخرت کو ترجیح دینے کا شاندار ثمرہ:

اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جو بھی آخرت کو ترجیح دیتا ہے مولائے کریم اس کو دنیا سے بھی محروم نہیں رکھتا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے امت کی اس سلسلے میں بایں الفاظ راہ نمائی فرمائی:

"وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا ، وَهِيَ رَاغِمَةٌ ."[1]

"ترجمہ: جس کا مقصود آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تونگری ڈال دیتا ہے، اس کا معاملہ سدھار دیتا ہے، اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے"۔

❁❁❁❁❁

۵

اپنی نسل کیلئے عبادت وطاعت میں معاون رزق طلب کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی نسل کے لیے ہر قسم کے پھلوں کے رزق کی دعا کی تو ان کی نگاہ میں حصولِ رزق مقصود بالذات نہ تھا، بلکہ انہوں نے اپنی دعا ہی میں طلب کیا کہ وہ رزق عبادت وطاعت میں ان کی بھرپور توجہ، دل جمعی اور تقویت کا سبب ہو۔

---

[1] یہ امام ترمذیؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث کا حصہ ہے۔(ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ، أبواب صفة القيامة ، باب ، رقم الحديث ۲۵۸۳ ، ۱۳۹/۷-۱۴۰). شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔(ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۳۰۰/۲).

دلیل:

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے:

﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾[1]

[ترجمہ: اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر کریں]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ فخر رازیؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عقل مند شخص کا دنیوی منافع [کے حصول] سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کے میسر آنے پر وہ توجہ اور دل جمعی سے عبادت اور نیکی کے کام کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کو واضح کیا کہ اپنی اولاد کے لیے دنیوی منافع طلب کرنے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ خوب توجہ اور دھیان سے نمازیں اور دیگر واجبات ادا کر سکیں''۔[2]

علامہ خازنؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''یہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ دنیوی فوائد صرف اس غرض سے حاصل کیے جاتے ہیں کہ وہ عبادات کے ادا کرنے اور نیکی کے امور سرانجام دینے میں معاون بن سکیں''۔[3]

شیخ ابن عاشورؒ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: (دنیوی ساز و سامان کے حصول سے) مقصود یہ ہے کہ یکسوئی کے ساتھ عبادت کے اسباب میسر آ جائیں، اور اس کی راہ میں حائل ہونے والی فکرِ معاش کی رکاوٹ ختم ہو جائے۔[4]

---

[1] سورة إبراهيم – عليه السلام /جزء من الآية ٣٧ .

[2] التفسير الكبير ١٣٧/١٩ .　[3] تفسير الخازن ٤٩/٤ .

[4] ملاحظه هو: التحرير والتنوير ٢٤٢/١٣؛ نيز ملاحظه هو: روح المعاني ٢٤٣/١٣

ملت ابراہیمیہ کے پیروکاروں کی ذمہ داری:

ملت ابراہیمیہ - علی صاحبہا السلام -
کی پیروی کے ہر دعوے دار پر لازم ہے کہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے دنیوی ساز وسامان اور مال ودولت طلب اور جمع کرتے وقت اس کی غرض وغایت بھی یہی ہو۔ دنیوی مال ومتاع کو مقصود بالذات نہ ٹھہرائے۔ ڈالروں، پونڈوں، ریالوں، روپوں اور دیگر دنیوی ساز وسامان کا پرستار اور پجاری بن کر رحمتِ دوعالم ﷺ کی بددعا کے مستحق لوگوں میں شامل نہ ہو جائے۔

دنیا پرست کے لیے رحمتِ دوعالم ﷺ کی بددعا:

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت نقل کی ہے:

"تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ" [1]

"دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، چادر کا بندہ برباد ہو جائے، اگر اس کو [کچھ] دیا جائے تو خوش ہو جائے، اور اگر نہ دیا جائے تو روٹھ جائے، وہ گر کر چہرے کے بل بازی کھائے، اور پھر سر کے بل الٹ جائے، اور جب اس کو کانٹا چبھ جائے تو کوئی اس کانٹے کو باہر کھینچنے والا نہ ہو۔" [2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله، جزء من رقم الحديث ۲۸۸۷، ۸۱/۶.

[2] (جب اس کو کانٹا ....) اس سے - واللّٰہ تعالیٰ أعلم - شاید مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے شفقت وہمدردی کے جذبات نہ رہیں، اس کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر کوئی اس پر ترس نہ کھائے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۱۰/۳۲۷۳-۳۲۷۵)

دنیا کو طلب آخرت کا ذریعہ بنانے کا حکم ربانی:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو دنیوی مال ومتاع میسر آئے اس کے ذریعے اپنی آخرت بنانے اور سدھارنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ﴾[1]

[ترجمہ: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھا ہے اس سے آخرت طلب کیجیے]

تفسیر آیت کریمہ:

امام بغوی ؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مالوں اور نعمتوں کے ذریعے جنت طلب کرنے کی کوشش کرو، اور اس کی عملی شکل یہ ہے کہ ان نعمتوں کا شکر کرو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں خرچ کرو''۔[2]

شیخ قاسمی ؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے فقر وفاقہ کے بعد آپ کو جو تونگری عطا فرمائی ہے اس کے ساتھ فرائض ومستحبات میں سے نیک اعمال کر کے اپنے لیے زادِ آخرت بنا لیجیے''۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں، ہمارے بہن بھائیوں اور اولادوں کو ان سعادت مند لوگوں میں شامل فرمائے جو طلب دنیا کو یکسوئی اور توجہ سے عبادات کرنے اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام سرانجام دینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ آمین یا حي یا قیوم۔

❁❁❁❁❁

---

[1] سورة القصص / جزء من الآية ۷۷.

[2] تفسير البغوي ۳/ ٤٥٤.

[3] تفسير القاسمي [illegible]

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں ہم یہ بات بھی پاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے بیٹے اور اہل خانہ کے رزق میں برکت عطا فرمائے۔

دلیل:

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔ اور اسی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ تب ان کے بیٹے گھر میں موجود نہ تھے۔ انہوں نے اپنی بہو سے ان کے حالات اور گزران کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے یہ سوال بھی کیا: ''مَاطَعَامُکُمْ''؟ ''تمہاری خوراک کیا ہے؟''

بہو نے عرض کی: ''اَللَّحْمُ'' ''گوشت''

انہوں نے پوچھا: ''فَمَا شَرَابُکُمْ؟'' ''تمہارا مشروب کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''اَلْمَاءُ'' ''پانی''

انہوں نے کہا: ''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ.''[1]

''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الأنبیاء، باب یزفون: النسلان في المشي، رقم الروایة ۳۳٦٤، ٦/۳۹۷.

لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ ."

"اے اللہ! ان کے لیے ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما"۔

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے کہا: 'ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ."[1]

"ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے"۔[2]

برکت کامفہوم:

علامہ راغب اصفہانیؒ کے بیان کے مطابق "برکت" سے مراد کسی چیز میں خیرِ الٰہی کا باقی رہنا ہے۔[3]

علامہ ابن کثیرؒ نے (بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ) کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ: تو [اللہ تعالیٰ] نے آپ-ﷺ-کو جو شرف و بزرگی عطا فرمائی ہے اس کو دوام اور قرار عطا فرما۔ اور لفظ (اَلْبَرَكَةُ) اضافہ اور زیادہ ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اصل معنی پہلا ہی ہے۔[4]

علامہ ابن منظورؒ نے لکھا ہے کہ "اَلْبَرَكَةُ" سے مراد اضافہ اور زیادہ ہونا ہے"۔[5]

ہمارے جگر کے ٹکڑے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے دوام و بقا اور ان میں

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب يزفّون: النسلان في المشي،جزء من رقم الرواية ٣٣٦٥، ٣٩٩/٦ .

[2] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ ان کی دعا کی وجہ سے اہل مکہ کے طعام و شراب میں برکت ہے۔(ملاحظه هو: فتح الباري ٤٠٥/٦) .

[3] ملاحظه هو: المفردات في غريب القرآن، مادة "برك" ص ٤٤ .

[4] النهاية في غريب الحديث والأثر، مادة "برك"، ١٢٠/١ باختصار .

اضافہ اور زیادتی کی دعاؤں کے کس قدر شدید محتاج ہیں! مسلمان والدین کو چاہیے کہ اپنی اولادوں کے لیے برکت کی دعا کو حرزِ جان بنائیں۔

آنحضرت ﷺ کی بچوں کے لیے دعائے برکت:

ہمارے نبی کریم ﷺ عام مسلمانوں کے بچوں کے لیے بھی برکت کی دعا کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں ایک باب کا درج ذیل عنوان رکھا ہے:

[اَلدُّعَاءُ لِلصِّبْيَانِ بِالْبَرَكَةِ وَمَسْحِ رُؤُوْسِهِمْ] [1]

[بچوں کے لیے برکت کی دعا کرنا اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا]

اور اس باب میں ذکر کردہ واقعات میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے لیے برکت کی دعا کی۔[2]

ب: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی خالہ انہیں آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعائے برکت کی۔[3]

ج: حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ نے دعائے برکت فرمائی۔[4]

آنحضرت ﷺ کا نواسے کو طلبِ برکت کی دعا سکھلانا:

علاوہ ازیں ہمارے نبی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، ١١/١٥٠.

[2] ملاحظه هو: المرجع السابق ١١/١٥٠.

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ٦٣٥٢، ١١/١٥٠.

[4] ملاحظه هو: المرجع السابق، رقم الحديث ٦٣٥٣، ١١/١٥١.

کریم ﷺ نے اپنے پیارے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اس بات کی تعلیم دی کہ وہ دعائے قنوت میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال بھی کریں: ''اے اللہ!'' اپنی عطا کردہ نعمتوں میں میرے لیے برکت عطا فرما''۔ امام ترمذیؒ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:

''عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِيْ الْوِتْرِ : اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ ...... ومنها : وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ .''[1]

''مجھے رسول ﷺ نے وتر میں کہنے [دعا کرنے] کے لیے الفاظ سکھلائے:

''اے اللہ! جن کو تو نے ہدایت دی مجھے بھی ان میں سے [شامل کرکے] ہدایت دے ......''۔

اور اسی دعا میں ہے: ''اور تو نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت فرما''۔

❁❁❁❁❁

---

[1] جامع الترمذي ، أبواب الوتر ، باب ما جاء في القنوت في الوتر ، جزء من رقم الحديث ٤٦٣ ، ٢/٤٦٠.

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ قنوت کے بارے میں اس سے عمدہ کسی حدیث کا ہمیں علم نہیں۔(المرجع السابق ٢/٤٦١). شیخ مبارکپوریؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابوداودؒ ،نسائیؒ ،اور دارميؒ نے بھی روایت کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ٢/٤٦١). اور شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔(ملاحظه هو:

۷ اپنی نسل کے لیے منتخب شہر کے پُرامن ہونے کی دعا

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ بات بھی نظر آتی ہے کہ انہوں نے جس شہر میں اپنی نسل کو بسایا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کو امن والا شہر بنا دے۔

دلیل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی ذکر قرآن کریم میں دو مقامات پر کیا گیا ہے۔

ا۔ سورۃ البقرۃ میں اس دعا کا بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا﴾[1]

[ترجمہ: اور جب ابراہیم ۔علیہ السلام۔ نے کہا: اے رب! اس [مقام] کو امن والا شہر بنا]

بَلَدًا سے مراد:

(بَلَدًا) سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل کو آباد کیا۔[2]

شیخ ابن عاشورؒ نے تحریر کیا ہے: اگر ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بنائے کعبہ سے پہلے تھی تو آیت کریمہ میں اسم اشارہ [هَـــذَا] سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ دعا کے وقت

---

[1] جزء من الآية ۱۲۶ .

[2] ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ۲/۱۱۷؛ وفتح القدير ۱/۲۲۰.

کھڑے تھے، اور جہاں انہوں نے اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑا تھا، اور وہاں خانہ کعبہ تعمیر کرنے کا عزم کیا تھا، اور اگر ان کی یہ دعا تعمیرِ کعبہ کے بعد کی تھی تو ان کا اشارہ اسی مقام کی طرف تھا جہاں انہوں نے اس کو بنایا۔[1]

دعائے ابراہیم علیہ السلام کا مقصود:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مقصود کو بیان کرتے ہوئے علامہ رازیؒ نے لکھا ہے: کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس شہر کو کامل امن والے شہروں میں شامل فرما۔[2]

شیخ قاسمیؒ نے اس بارے میں قلم بند کیا ہے: "یعنی اس کو کامل امن والا شہر بنا، گویا کہ انہوں نے یوں کہا: اس کو ایسا شہر بنا جو اپنے کمالِ امن کی وجہ سے مشہور ومعروف ہو"۔[3]

۲۔ سورہ ابراہیم ـ علیہ السلام ـ میں یہ دعا یوں بیان کی گئی ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا﴾[4]

[ترجمہ: اور جب ابراہیم ـ علیہ السلام ـ نے کہا: اے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجیے]

دونوں دعاؤں میں فرق:

حضرات مفسرینؒ نے ان دونوں دعاؤں کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے۔ ان کی بیان کردہ باتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

---

[1] ملاحظہ ہو: التحرير والتنوير ۷۱۳/۱؛ نیز دیکھیے: تفسير القاسمي ۲/۲۵۴.

[2] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۴/۵۵.

[3] تفسير القاسمي ۲/۲۵۴.

[4] سورة إبراهيم عليه السلام / جزء من الآية ۳۵

ا: سورۃ البقرہ میں ذکر کردہ دعا تعمیر کعبہ سے پہلے کی ہے، اور سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں موجود دعا بنائے کعبہ اور اہل مکہ کے وہاں رہائش پذیر ہونے کے بعد کی ہے۔[1]

ب: سورۃ البقرہ میں مذکورہ دعا میں دو باتوں کو طلب کیا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس ویران جگہ کو شہر بنا دیا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کو پُر امن بنا دیا جائے، اور سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں صرف شہر کو پُر امن بنانے کی دعا کی گی ہے اور مقصود یہ ہے کہ امن دائمی ہو۔ کیونکہ وہ ہی مقصودِ اصلی ہے۔[2]

ج: سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں صرف طلب امن کی دعا ہے، اس امن میں مبالغہ کا ذکر نہیں، سورۃ البقرہ میں امن میں مبالغہ کی التجا بھی ہے۔[3]

امن کو رزق سے پہلے طلب کرنے کی حکمت:

سورۃ البقرہ میں موجود دعا [رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ ءَامِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ] میں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے طلب رزق سے پہلے اس شہر کے پُر امن ہونے کی دعا کی۔ علامہ رازیؒ نے اس بات کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''نعمت امن کے ساتھ دعا کی ابتدا اس بات پر دلالت کناں ہے کہ وہ سب نعمتوں سے بلند و بالا ہے، اور اس کے بغیر دین و دنیا کی کوئی مصلحت پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ کسی عالم سے سوال کیا گیا: ''امن افضل ہے یا صحت؟'' انہوں نے جواب دیا: ''امن افضل ہے''۔[4]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۸۶۔

[2] ملاحظہ ہو: روح المعاني ۱/۳۸۱۔

[3] دیکھئے: التفسیر الکبیر ۴/۵۵؛ [4] المرجع السابق ۱۹/۱۳۵۔

علامہ شوکانیؒ نے اس بارے میں لکھا ہے: ''طلب امن کو دیگر سب التجاؤں پر مقدم کیا کیونکہ امن کے مفقود ہونے کی صورت میں انسان دین و دنیا کے کسی کام کو بھی توجہ اور دل جمعی سے سرانجام نہیں دے سکتا''۔[1]

نعمت امن کی شان وعظمت:

نعمت امن کی اہمیت اور شان وعظمت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ ہمارے رسول کریم ﷺ کے درج ذیل ارشاد گرامی سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے:

''مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِيْ سِرْبِهِ، مُعَافًى فِيْ جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا''[2]

''تم میں سے جو اپنے اہل وعیال میں امن کے ساتھ صبح کرے، جسمانی طور پر باعافیت ہو، اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو وہ ایسے ہے کہ اس کے لیے دنیا کو سمیٹ دیا گیا (یعنی اس کو دنیا دے دی گئی)''۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''بِحَذَافِيْرِهَا .''[3] ''کہ پوری کی پوری (دنیا)''۔

---

[1] فتح القدير ٣/١٦٠ .

[2] امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حضرت عبید اللہ بن محصن الخطمی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الزهادة في الدنيا، رقم الحديث ٢٤٤٩، ٧/٩ . امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٧/١٠). شیخ البانیؒ نے بھی اس کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٣/٢٧٤) .

[3] ملاحظہ ہو: ... رقم الحديث ٢٣١٨، ٥/٤٠٨

لیکن نعمت امن کی حقیقی قدر غالباً وہی لوگ کرتے ہیں جو اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ اے اللہ! ان شہروں کو با امن بنا جہاں ہماری اولادیں آباد ہیں، اور سارے عالم اسلام کو بھی پُرامن بنا۔ آمین یارب العالمین۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فریاد کو بھی قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا ءَامِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ][1]

[ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم کو با امن بنایا [حالانکہ] لوگ ان کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں؟ کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں مانتے؟]

۸ اپنی نسل کے لیے صالح ماحول کا انتخاب

بحیثیتِ والد سیرتِ ابراہیم علیہ السلام میں ایک بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نسل کے لیے نیک اور صالح ماحول کا انتخاب فرمایا۔

---

[1] سورۃ العنکبوت/ الآیۃ ٦٧

دلیل:

قرآن کریم میں ہے: ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ﴾[1]

[ترجمہ: [ابراہیم علیہ السلام نے کہا] اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! [یہ اس لیے] تا کہ وہ نماز قائم رکھیں]

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا) میں (لِيُقِيْمُوْا) کا [لام] [لام کي] ہے اور یہ بات ظاہر ہے اور اس [لام] کا تعلق [أَسْكَنْتُ] کے ساتھ ہے، اور معنی یہ ہے کہ میں نے انہیں آپ کے عزت والے گھر کے پڑوس میں بسایا ہے تا کہ وہ اس میں نماز قائم کریں''[2]

تربیت اولاد میں ماحول کی اہمیت:

خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص اپنی اولاد کو صالح بنانا چاہے وہ انہیں ایسے ماحول میں آباد نہ کرے جہاں فساد کا دور دورہ ہو، شر غالب ہو، فسق و فجور عام ہو، اور شیطانی مراکز کی کثرت ہو، بلکہ انہیں وہاں بسائے جہاں خیر کا چلن ہو، نیکی غالب ہو، دینداری کا زور ہو، مساجد کی کثرت ہو، قرآن و سنت کی تعلیم کے مراکز ہوں، اسلامی اصولوں کی بنیاد

---

[1] سورة إبراهيم علیہ السلام / جزء من الآية ۳۷ .

[2] ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ۹/۳۷۱ ؛ نیز ملاحظہ ہو: زاد المسير ٤/٣٦٧ ؛ والتفسير الكبير ۱۹/۱۳٦ ؛ وتفسير البيضاوي ۱/۵۲۰ ؛ وتفسير أبي السعود ۵/۵۲ ؛ وروح المعاني ۱۳/۲۳۷ ؛ والمحرّر الوجيز ۱۰/۹۲-۹۳ ، وتفسير القاسمي ۱۰/۳۱٦ .

پر نئی نسل کی تربیت کرنے والے ادارے ہوں۔

بُرے ماحول کے منفی اور اچھے ماحول کے مثبت اثرات کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر ہے جس نے ایک سو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا:

كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ إِنْسَانًا ، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ، فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ لَهُ : "هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟"

قال : "لَا" .

فَقَتَلَهُ .

فَجَعَلَ يَسْأَلُ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : "إِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا كَذَا" .

وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ : فَقَالَ : "نَعَمْ ، وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ إِنْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا ، فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ ، فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ ، وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ"[1]

بنو اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر سوال کرنے کی غرض سے نکلا، ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا: ''کیا اس کے لیے توبہ ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں''

اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔

---

[1] متفق علیہ : صحیح البخاری ، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب ، جزء من رقم الحدیث ٣٤٧٠ ، ٥١٢/٦ ؛ وصحیح مسلم ، کتاب التوبة ، باب توبة القاتل وإن کثر قتله ، جزء من رقم الحدیث ٤٦ (٢٧٦٦) ، ٢١١٨/٤ . الفاظ صحیح البخاري کے ہیں۔

پھر اپنی توبہ کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا۔ایک آدمی نے اس کو کہا:

''فلاں فلاں بستی میں چلے جاؤ''۔

اور مسلم کی روایت میں ہے: اس شخص نے کہا: ''ہاں، تمہارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ فلاں فلاں بستی کی طرف چلے جاؤ، وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ ہیں، تم بھی ان کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور اپنی بستی کی طرف نہ پلٹنا کہ وہ بُری سرزمین ہے''۔

اے ہمارے رب! ہمارے لیے اپنی اولادوں کو صالح ماحول میں بسانا آسان فرما، اور اس مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو دور فرما۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

❁❁❁❁❁

۹

اللہ تعالیٰ سے اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانے کی دعا

امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ وہ انہیں اور ان کی اولاد کو بتوں کی عبادت سے دور رکھے۔

دلیل:

اللہ عزوجل نے اس بارے میں فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا

الْبَلَدَ ءَامِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝[1]

[ترجمہ: اور جب ابراہیم ۔ علیہ السلام ۔ نے کہا: اے رب! اس شہر کو امن والا بنا، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔ اے رب! یقیناً انہوں [بتوں] نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، پس جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی پس تو یقیناً معاف کرنے والا مہربان ہے]

اور (وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ) کا معنی جیسا کہ امام زجاجؒ نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ ہمیں ان کی عبادت سے بچنے میں ثابت قدمی عطا فرما۔[2]

شیخ سعدیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''مجھے اور انہیں [میری اولاد کو] ان کی عبادت کے قریب پھٹکنے سے بھی محفوظ رکھنا''۔[3]

حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا اپنے اور اپنی اولاد کے بت پرستی میں مبتلا ہونے کا خدشہ کس قدر شدید تھا! خود منصبِ امامت پر فائز ہونے اور اولاد کی نیکی کے باوجود اس بارے میں کتنے فکرمند تھے کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں!

بعض لوگوں کا طرزِ عمل:

اس کے برعکس ہم میں سے بعض لوگوں کی کوتاہی اور لاپروائی انتہائی سنگین ہے وہ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گناہوں کے سرچشموں کے قریب لے جاتے ہیں، بربادیوں اور تباہیوں کے کناروں پر لا کھڑا

---

[1] سورة إبراهيم عليه السلام / الآيتان ۳۵-۳٦.

[2] ملاحظه ہو: التفسير الكبير ۱۹/۱۳۲؛ نیز ملاحظه ہو: زاد المسير ٤/۳٦۵.

[3] تفسير السعدي ص ۵۳۲ ؛

کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں فکر کی کوئی بات نہیں کہ ہمارا عقیدہ بہت مضبوط ہے، اور ہمارے اہل خانہ کی تربیت مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر ہوئی ہے۔ کیا ان نادانوں کا عقیدہ خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور ان کی اولاد سے زیادہ پختہ اور راسخ ہے؟

شیخ ابراہیم تیمیؒ نے کیا خوب بات کہی ہے: ''مَنْ يَأْمَنِ الْبَلَاءَ بَعْدَ الْخَلِيْلِ - عليه السلام - حِيْنَ يَقُوْلُ: ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ كَمَا عَبَدَهَا أَبِي وَقَوْمِي.''[1]

''حضرت خلیل علیہ السلام کے بعد کون مبتلائے فتنہ ہونے کے ڈر سے آزاد رہ سکتا ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ: ''مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچائے رکھنا کہ ہم اسی طرح بتوں کی عبادت کریں جس طرح کہ میرے باپ اور میری قوم نے کی''۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''ہر داعی کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور نسل کے لیے (بتوں کی عبادت سے دور رہنے کی) دعا کرے''۔[2]

❁❁❁❁❁

١٠

بیٹوں کے لیے ہر شر سے پناہِ الٰہی کے حصول کی فریاد

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں ہم یہ بات بھی پاتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں

---

[1] منقول از تفسیر القرطبي ٣٦٨/٩.

[2] تفسیر ابن کثیر ٥٩٤/٢.

اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجا کیا کرتے تھے کہ وہ ان کو ہر قسم کے شرور وفتن سے اپنی پناہ میں رکھے۔

دلیل:

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، وَيَقُوْلُ : إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ عَلَيْهِما السلام : أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ[1] مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ .''[2]

''نبی کریم ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے [ہر شر سے بچاؤ کے] لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے: ''تمہارے باپ [حضرت ابراہیم علیہ السلام] اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے [ان کلمات کے ساتھ] پناہ طلب کیا کرتے تھے: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ .''

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان، ہر زہریلی چیز، اور ہر ملامت کرنے والی آنکھ سے پناہ طلب کرتا ہوں''۔

حدیث شریف کے متعلق دو باتیں:

قارئین کرام! اس حدیث شریف کے حوالے

---

[1] (التـامة): کامل۔ علاوہ ازیں اس کے معنی: نفع دینے والے، شفا دینے والے، بابرکت، حتمی، اٹل، بلانقص اور بے عیب بھی بیان کیے گئے ہیں۔ (ملاحظه هو: فتح الباري ٦/ ٤١٠).

[2] صحیح البخاري، کتاب أحاديث الأنبياء، باب، رقم الحديث ٣٣٧١، ٦/ ٤٠٨.

سے درج ذیل دو باتوں پر توجہ فرمائیں:

۱: نبی کریم ﷺ کے فرمان: [إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ[1] بِهَا] [ترجمہ: تمہارے باپ ان کلمات کے ساتھ پناہ طلب کیا کرتے تھے] سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کے لیے مذکورہ بالا دعا کے ساتھ کثرت سے پناہِ الٰہی طلب کیا کرتے تھے۔

۲۔ حافظ ابن حجرؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: (وَمِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ) میں انسانوں اور جنوں کے سب شیطان داخل ہیں۔ اور (هَامَّةٍ) میم کے شدّہ کے ساتھ ہے اور (هَوَام) کا مفرد ہے، اور مراد زہریلی چیزیں ہیں، اور [اس کے معنی میں] یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کا زہر قاتل ہو، اور اگر زہر قاتل نہ ہو تو اس کو (سوام) کہتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر ذی روح ہے جو برائی پہنچانے کا قصد کرے''۔[2]

امام خطابیؒ نے (مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ) کی شرح میں لکھا ہے: ''اس سے مراد جنون اور جسم کے مختلف حصوں کو لاحق ہونے والی ہر وہ بیماری اور آفت ہے جو انسانوں کو پہنچتی ہے''۔[3]

علامہ عینیؒ نے قلم بند کیا ہے: ''(اَلْعَيْنُ اللَّامَّة) سے مقصود بُرائی پہنچانے والی آنکھ ہے''۔[4]

---

[1] (يُعَوِّذُ) فعل مضارع ہے اور فعل مضارع سے پہلے [كَانَ] آنے سے ماضی استمراری کا معنی حاصل ہوتا ہے۔

[2] فتح الباري ٦/٤١٠؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدۃ القاري ١٥/٢٦٥.

[3] منقول از: فتح الباري ٦/٤١٠.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہت کثرت سے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں، زہریلی چیزوں اور بُرائی کا قصد کرنے والی ہر آنکھ کے شر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے، اور ہمارے رسول کریم ﷺ یہی بات اپنے دونوں پیارے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ تعالیٰ سے طلب کیا کرتے تھے۔ علامہ عینیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول: ''کَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ'' کی شرح میں تحریر کیا ہے: لفظ [كَانَ] [تھے] کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آنحضرت ﷺ کے اس عمل کو بیان کرنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کثرت کے ساتھ اپنے نواسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے''۔[1]

اللہ اکبر! خلیل الرحمٰن اور حبیب الرحمٰن علیہما الصلوٰۃ والسلام اپنی نسلوں کو ہر قسم کے شرور وفتن سے بچانے کے لیے پناہِ الٰہی حاصل کرنے کے کس قدر حریص تھے!

اے مولائے کریم! ہمیں بھی اپنی اولادوں کے بارے میں یہ حرص عطا فرما۔ آمین یا ذا الجلال والاِکرام۔

❁❁❁❁❁

اولاد کو کہی جانے والی بات پر خود عمل کرنا

حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی سیرت میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس بات کا حکم انہوں نے اپنی اولاد کو دیا خود بھی اس پر کاربند ہوئے:

---

[1] عمدۃ القاری ۱۵/ ۲۶۹

دلیل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ خوبی درج ذیل دو آیات کریمہ سے معلوم ہوتی ہے:

۱: ﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾[1]

[ترجمہ: جب اس [ابراہیم علیہ السلام] کے رب نے اس کو کہا: ''فرماں بردار ہو جا''۔ تو اس نے کہا: ''میں نے رب العالمین کی فرماں برداری کی''۔ اور اسی بات کی وصیت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو کی کہ اے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان [یعنی مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدم رہنا]]

تفسیر آیت کریمہ:

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص، اطاعت اور تابعداری کا حکم دیا۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی، اور اپنی اولاد کو بھی اس بات کی وصیت فرمائی۔[2]

بعض والدین کا طرز عمل:

ہم میں سے کتنے والدین ایسے ہیں کہ اپنے بچوں کو نیکی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں لیکن خود اس راہ سے دور رہتے ہیں۔ اپنی اولادوں کو غلط

---

[1] سورة البقرة / الآيتان ۱۳۱-۱۳۲.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۹۸

کاموں سے روکتے ہیں لیکن خود انہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾[1]

[ترجمہ: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، پھر تم کیوں نہیں عقل نہیں کرتے؟]

کیا انہوں نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾[2]

[ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے]

کیا یہ نادان لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہیں (Action speaks louder)

[عمل کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے؟]

کیا وہ اس بات سے غافل ہیں کہ ان کے بچے ان کی حرکات وسکنات کو نوٹ کرتے ہیں، اور جب ان کے اعمال کو ان کے اقوال سے مختلف پاتے ہیں تو ان کی عمدہ اور اعلیٰ باتیں بھی ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتی ہیں۔[3]

اے مولائے کریم! ہمیں ایسے بدنصیب لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ اور ہم

---

[1] سورة البقرة / الآية ٤٤ .

[2] سورة الصف / الآيتان ٢-٣ .

[3] تربیت ودعوت میں قدوہ کی اہمیت سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے دیکھئے: راقم السطور کی کتاب ''السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى''.

ناکاروں کو اس بارے میں اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یاحي یاقیوم۔

❀❀❀❀❀

١٢
اللہ تعالیٰ سے نسل میں سے امت مسلمہ بنانے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے یہ دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایسی نسل پیدا فرمائے جو کہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی مطیع، تابع دار اور فرماں بردار ہوں۔

دلیل:

قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر درج ذیل آیت کریمہ میں ہے:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ [1]

[ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے، اور ہماری اولاد میں

---

[1] سورة البقرة / جزء من الآية ١٢٨ : علامہ الوسیؒ نے تحریر کیا ہے: (اَلذُّرِّيَّة) سے مراد آدمی کی نسل ہے۔ اس کا اصلی معنی اولاد میں سے چھوٹے بچے ہیں، لیکن یہ لفظ اولاد میں سے بڑوں، چھوٹوں، ایک، زیادہ، سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: روح المعاني ٣٧٦/١).

شیخ ابن عاشورؒ نے قلم بند کیا ہے کہ اس سے مراد آدمی کے بیٹے بیٹیاں اور ان کی اولاد ہے۔ (ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر ٧٠٥/١)

سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ]

شیخ سعدیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: انہوں نے [ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام] نے اپنے لیے اور اپنی نسلوں کے لیے مسلمان بننے کی دعا کی۔ اور مسلمان بننے کی حقیقت یہ ہے کہ دل اور اس کے ساتھ سارے جسم کے اعضاء اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار بن جائیں۔[1]

شیخ ابن عاشورؒ رقم طراز ہیں: یہ اس بات کی دعا ہے کہ ان کی نسل میں دین اسلام باقی رہے۔[2]

دعا میں اپنی نسل کی تخصیص کی حکمت:

اس دعا میں اپنی نسل کی تخصیص کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ خازنؒ نے لکھا ہے: کیونکہ وہ شفقت ونصیحت کے دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا][3]

[ترجمہ: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ]

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اگر انبیاء کی اولاد سدھر جائے تو وہ دوسروں کی اصلاح کا سبب بنتے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ متقدمین میں سے علماء اور معزز لوگوں کے راہ راست پر آنے کی وجہ سے کتنے لوگ صراط مستقیم پر آ گئے؟[4]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ٥١ .

[2] ملاحظہ ہو: التحرير والتنوير ١/ ٧٢٠ .

[3] سورة التحريم / جزء من الآية ٦ .

[4] تفسير الخازن ١/ ١١٠ ؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٤/ ٦١ ؛ وتفسير أبي السعود ١/ ١٦١ .

اس دعا کی عظمت:

یہ دعا بڑی قدر و منزلت اور شان و عظمت والی ہے کیونکہ اسلام انتہائی قیمتی نعمت ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اسلام کے عطا کرنے کی نعمت کا احسان جتلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْإِيْمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ [1]

[ترجمہ: اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو]

اے ہمارے رب! ہم ناکاروں اور ہماری نسلوں کو صحیح معنوں میں امت مسلمہ میں شامل فرما۔ إنك سميع مجيب.

۞۞۞۞۞

(۱۳) اپنی نسل کو نماز قائم کرنے والے بنانے کا اہتمام

سیرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے اس بات کا اہتمام فرمایا کہ ان کی نسل نماز قائم کرنے والوں میں سے ہو۔

دو دلیلیں:

ذیل میں اس کے متعلق دو دلیلیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پیش کی جا رہی ہیں:

---

[1] سورۃ الحجرات / الآیۃ ۱۷

۱: انہوں نے اپنی اولاد کو بیت اللہ کے پڑوس میں آباد کیا تاکہ وہ وہاں نماز قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا یوں ذکر فرمایا ہے: ﴿رَبَّنَآ إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾ [1]

[ترجمہ: [ابراہیم علیہ السلام نے کہا:] اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! [یہ اس لیے] تاکہ وہ نماز قائم رکھیں]

تفسیر آیت کریمہ:

علامہ رازیؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ''(رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ) میں (لِيُقِيْمُوْا) کا [لام] [أَسْكَنْتُ] سے متعلق ہے اور معنی یہ ہے کہ میں نے اپنی نسل میں سے ایک حصے کو اس بے آب و گیاہ جگہ میں اس غرض سے آباد کیا ہے کہ وہ یہاں نماز قائم کریں''۔ [2]

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ ان کی اس دعا کا ذکر درج ذیل آیت کریمہ میں ہے:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾ [3]

[ترجمہ: اے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا، اور میری اولاد سے بھی، اے ہمارے رب! تو دعا کو قبول فرما]

---

[1] سورة إبراهيم عليه السلام / جزء من الآية ۳۷ .

[2] التفسير الكبير ۱۹/۱۳۶ [3] سورة إبراهيم - عليه السلام - الآية ٤٠ .

تفسیر آیت کریمہ:

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلاَةِ) سے مراد یہ ہے کہ میں نماز کی حفاظت کروں اور اس کی حدود کو قائم کرو (وَمِنْ ذُرِّيَّتِي) اور میری نسل کو بھی اسی طرح نماز قائم کرنے والا بنا''۔[1]

اولاد کو نمازی بنانے کے لیے دو باتوں کا اہتمام:

مذکورہ بالا بیان کردہ گفتگو میں ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز قائم کرنے والوں میں اپنی نسل کے شمولیت کی خاطر دو چیزوں کا اہتمام کیا، انہیں بیت اللہ کے پڑوس میں آباد کیا، اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے التجا بھی کی۔ دونوں میں سے صرف ایک بات پر اکتفا نہ کیا۔

بعض لوگوں کا طرز عمل:

اس کے برعکس بہت سے لوگ اس بات کی خواہش کرتے ہوئے دکھائی تو دیتے ہیں کہ ان کی اولادیں نمازی بن جائیں، لیکن رہائش کے لیے جگہ کا انتخاب کرتے وقت وہ مسجد کے پڑوس میں بسنے کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ اسی طرح وہ اولاد کو نماز کا حکم دینے کی اپنی ذمہ داری کو بھی کما حقہ سرانجام نہیں دیتے۔

اولاد کو حکمِ نماز دینے کی فرضیت:

کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان نہیں سنا

---

[1] تفسیر ابن کثیر ٢/٥٩٥؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ٩/٣٧٥؛ ودعوة الرسل ص ٧٧۔

جس میں اس نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [1]

[ترجمہ: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر جمے رہیے]

کیا وہ بھول چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے والدین کو حکم دیا کہ وہ سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دیں، اور دس سال کی عمر کے بچوں کی نماز میں کوتاہی پر پٹائی کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ، وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ'' [2]

''اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، دس سال کی عمر میں نماز [میں کوتاہی] پر ان کی پٹائی کرو، اور [اس عمر کو پہنچنے پر] ان کے بستر جدا جدا کر دو''۔

---

[1] سورة طه / الآية ١٣٢ . امام سیوطیؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی، اولاد، غلاموں، لونڈیوں اور گھر میں موجود سب افراد کو تقویٰ، اطاعت اور خصوصاً نماز کا حکم دے۔ (ملاحظہ ہو: الإكليل في استنباط التنزيل ص ١٧٨).

[2] امام احمدؒ نے اس حدیث کو المسند میں روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث ٦٧٥٦، ٣٦٩/١١. (ط: مؤسسة الرسالة). شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے رفقا نے اس حدیث کی اسناد کو [حسن] قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (هامش المسند ٣٦٩/١١)۔ اس حدیث کو حضرات ائمہ ابوداودؒ، دارقطنیؒ اور بغویؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی تخریج، اس سے معلوم ہونے والی مزید باتوں، اور آنحضرت ﷺ اور سلف صالحین کے بچوں کی نمازوں کے متعلق اہتمام کے سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب: الاحتساب علی الأطفال ص ١٩ --- ٢٦۔

اے ہمارے رب! ہم ناکاروں کو توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے خلیل علیہ السلام کی سنت پر چلتے ہوئے اولادوں کو نمازی بنانے کا خوب اہتمام کریں۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

❁❁❁❁❁

بحیثیت والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ ان کی بہو صبر اور شکر کرنے والی ہو۔

دلیل:

اس بات پر حضرت امام بخاریؒ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث دلالت کرتی ہے، جس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

''فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ علیہ السلام يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ علیہ السلام، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ، ......، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: "نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ".

فَشَكَتْ إِلَيْهِ.

قَالَ: "فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ: "يُغَيِّرْ عَتَبَةَ

بَابِهِ" .

فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ عليه السلام كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا ، فَقَالَ : "هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ ؟" .

قَالَتْ : "نَعَمْ ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا ، فَسَأَلَنَا عَنْكَ ، فَأَخْبَرْتُهُ ، وَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَشِدَّةٍ" .

قَالَ : "فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟"

قَالَتْ : "نَعَمْ ، أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ ، وَيَقُوْلُ : "غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ".

قَالَ : "ذَاكِ أَبِيْ ، وَقَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَكِ ۔ اِلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ" .

فَطَلَّقَهَا ، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى .

فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام مَا شَاءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ ، فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ ، فَسَأَلَهَا عَنْهُ ، ...... ، وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ .

قَالَتْ : "نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ" ۔ وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ .

فَقَالَ : "مَا طَعَامُكُمْ؟" .

فَقَالَتْ : "اَللَّحْمُ" .

قَالَ : "فَمَا شَرَابُكُمْ ؟".

فَقَالَتْ : "اَلْمَاءُ" .

قَالَ : "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ اللَّحْمِ وَالْمَاءِ" ......

قَالَ : فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ ، وَمُرِيْهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ".

فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ علیہ السلام قَالَ : "هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟" .

قَالَتْ : "نَعَمْ ، أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ - وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ - فَسَأَلَنِي عَنْكَ ، فَأَخْبَرْتُهُ ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ" .

قَالَ : "فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟" .

قَالَتْ : "نَعَمْ ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ" .

قَالَ : ذَاكِ أَبِي ، وَأَنْتِ الْعَتَبَةَ ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ" ."[1]

''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ترکہ [اپنے بیٹے اور اس کے اہل خانہ] کی خبر گیری کے لیے [مکہ مکرمہ] تشریف لائے، تو انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو [گھر میں] نہ پایا۔ ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا.........پھر ان کی گزران اور حالات کے متعلق پوچھا:

اس نے کہا: ''ہمارے حالات خراب ہیں، اور ہم تنگی اور عسرت میں مبتلا ہیں''۔

اس نے ان کے روبرو [اپنے حالات کا] شکوہ کیا۔

انہوں نے فرمایا: ''جب تیرے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا، اور یہ پیغام دینا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو تبدیل کر دیں''۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں اپنی عدم موجودگی میں کسی کی آمد کا کچھ احساس ہوا، انہوں نے [اپنی بیوی سے] دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟''

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب يزفون : النسلان في المشي ، جزء من رقم الرواية ٣٣٦٤ ، ٣٩٧/٦ .

اس نے جواب دیا: ''جی ہاں، اس اس شکل وصورت کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے، انہوں نے آپ کے متعلق ہم سے دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتلا دیا۔ انہوں نے ہماری گزران کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے عرض کی کہ ہم تنگدستی اور مشکل حالات سے دوچار ہیں''۔

انہوں [اسماعیل علیہ السلام] نے پوچھا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت کی؟''

اس نے جواب دیا: ''جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام پہنچانے کا حکم دیا، اور [آپ کے لیے یہ] پیغام چھوڑا: ''دروازے کی دہلیز تبدیل کر دیجیے''۔

انہوں نے کہا: ''تمہارے پاس تشریف لانے والے [بزرگ] میرے والد تھے، اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے جدا ہو جاؤں۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ''۔

انہوں [حضرت اسماعیل علیہ السلام] نے اس کو طلاق دے دی اور انہی [اہل مکہ] میں سے ایک اور عورت سے شادی کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مشیت الٰہی کے مطابق ان کے پاس تشریف نہ لائے، پھر ان کے ہاں تشریف لائے تو ان [اسماعیل علیہ السلام] کو نہ پایا، ان کی بیوی کے پاس آئے، اور ان کے بارے میں دریافت کیا .... اس [عورت] سے ان کی گزران اور حالات کے متعلق بھی پوچھا۔

اس نے کہا: ''ہم باخیریت اور خوش حال ہیں''۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔

انہوں نے سوال کیا: ''تمہاری خوراک کیا ہے؟''۔

اس نے جواب دیا: ''گوشت''۔

انہوں نے پوچھا: ''تمہارا مشروب کیا ہے؟''۔

اس نے بتلایا: ''پانی''۔

انہوں نے کہا: ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما''۔

نیز فرمایا: ''جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا اسلام کہنا، اور میرا یہ حکم سنانا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز کو پختہ کرے''۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: ''کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی آیا تھا؟''۔

اس نے کہا: ''جی ہاں، ایک خوب رو بزرگ تشریف لائے تھے۔ اور اس عورت نے ان کی تعریف کی۔ [آپ کے متعلق] انہوں نے دریافت کیا، میں نے انہیں آپ کے متعلق بتلایا، انہوں نے ہماری گزران کے بارے میں پوچھا، تو میں نے انہیں خبر دی کہ ہم بخیر ہیں''۔

انہوں نے کہا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت فرمائی؟''

اس نے جواب دیا: ''جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا اور دروازے کی دہلیز کو مضبوط کرنے کا حکم دیا''۔

انہوں نے فرمایا: ''تیرے پاس تشریف لانے والے میرے والد تھے، اور تو دہلیز ہے، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے اپنے ساتھ ہی رکھوں''۔

مذکورہ بالا روایت میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس

بات کو پسند نہ فرمایا کہ ایک شکوہ کرنے والی اور ناشکر گزار عورت ان کے بیٹے کے ساتھ رہے اور اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے پیغام چھوڑا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔

دوسری دفعہ تشریف آوری کے موقع پر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی نئی بہو اللہ تعالیٰ کی شکر گزار اور اس کی حمد و ثنا کرنے والی ہے، تو وہ خوش ہوئے اور اپنے بیٹے کے لیے حکم دے گیے کہ اس عورت کو اپنے ساتھ ہی رکھنا۔

بعض والدین کا طرزِ عمل:

مقام افسوس ہے کہ بہوؤں کے انتخاب کے معاملہ میں ہم میں سے بہت سے والدین کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہے ان کے ہاں معیار پسندیدگی لڑکی کا حسن و جمال، حسب ونسب اور مال و دولت ہے۔ دین و اخلاق کے متعلق استفسار کرنے اور اس کو اہمیت دینے والے والدین بہت تھوڑے ہیں۔ ان نادانوں نے اس سلسلے میں نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کو پیش نظر رکھا اور نہ ہی اس نبی کریم ﷺ کی وصیت کو، جو کہ ہمارے اور ہماری اولادوں کے ہم سے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَجَمَالِهَا ، وَلِدِيْنِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ"[1]

''چار اسباب کی بنا پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال، اس کی خاندانی حیثیت، اس کی خوب صورتی اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تو دین والی عورت

---

[1] امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين، رقم الحديث ۵۰۹۰، ۹/۱۳۲).

حاصل کر"۔

اے ہمارے رب! ہمیں ایسے ناسمجھ لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ ہمیں اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر چلانا اور نبی کریم ﷺ کی وصیت مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمانا۔ آمین یارب العالمین۔

❀❀❀❀❀

۱۵

بیٹے اور اہل خانہ کی خبر گیری

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں بحیثیت والد ہم ایک بات یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی اور بیٹے کو اپنے گھر سے دور مکہ مکرمہ میں آباد کیا تو انہوں نے ان سے غفلت نہ برتی، بلکہ تسلسل کے ساتھ ان کے پاس تشریف لاتے، ان کے حالات سے آگاہ ہوتے اور حسب ضرورت مناسب ہدایات دیتے۔

دو دلیلیں:

اس بات کے دلائل میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور جس میں حضرت ابراہیم کے اسماعیل اور ان کی والدہ علیہم السلام کو مکہ مکرمہ لانے کا ذکر ہے۔ اسی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے:

"فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ علیہ السلام ، يُطَالِعُ تَرْكَتَهُ ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ علیہ السلام ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ ، فَقَالَتْ : "خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا" .

ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ ......

فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام مَا شَاءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ ، فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ ، فَسَأَلَهَا عَنْهُ ، فَقَالَتْ : "خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا" .

قَالَ : "كَيْفَ أَنْتُمْ؟" .

وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ .

فَقَالَتْ : "نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ" .

وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ .

فَسَأَلَهَا عَنْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ ......

ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَالِكَ ، وَإِسْمَاعِيلُ علیہ السلام يَبْرِي نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ . فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ ......"[1]

"حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام [مکہ مکرمہ میں] اپنے چھوڑے ہوئے [کنبے کی] خبر گیری کی خاطر تشریف لائے، اور انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا، ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت کیا، اس نے جواب دیا: "وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں"۔

پھر انہوں نے ان کی معیشت اور حالات کے متعلق استفسار کیا..........

مشیئت الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ ان کے پاس تشریف نہ

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب يزفّون : النسلان في المشي ، رقم الرواية ٣٣٦٤ ، ٦/٣٩٧ .

لائے، پھران کے ہاں آئے تو انہوں نے ان [اپنے بیٹے] کو نہ پایا۔ ان کے متعلق ان کی بیوی سے پوچھا، تو اس نے بتلایا: ''وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں''۔

انہوں نے پوچھا: ''تم کیسے ہو؟''

اور اس [اپنی بہو] سے ان کی گزران اور حالات کے بارے میں سوال کیا۔

اس نے جواب میں کہا: ''ہم بخیریت اور خوش حال ہیں''۔

اور اس [عورت] نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی۔

انہوں نے اس سے ان کی خوراک اور مشروب کے متعلق پوچھا......

پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کے پاس نہ آئے، پھر جب تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے اپنا نیزہ درست کر رہے تھے۔ جب انہیں تشریف لاتے دیکھا تو ان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے''۔

مذکورہ بالا روایت کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے اور کنبے کی خبر گیری کے سلسلے میں قارئین کرام درج ذیل باتوں کی طرف توجہ فرمائیں:

۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ان کا اپنے بیٹے اور کنبے کے حالات سے آگاہی کی خاطر مکہ مکرمہ تشریف لانا۔ مذکورہ بالا روایت میں الفاظ گزر چکے ہیں: (يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ)۔ علامہ عینیؒ نے ان الفاظ کی شرح میں تحریر کیا ہے: ''أَيْ يَتَفَقَّدُ مَا تَرَكَهُ هُنَاكَ''. یعنی جو کچھ وہاں چھوڑ کر گئے تھے اس کے حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے تشریف لائے''۔

انہوں نے مزید لکھا ہے: ''(اَلتَّرِكَةُ) بِكَسْرِ الرَّاءِ، وَسُكُوْنِهَا، بِمَعْنَى

الْمَتْرُوْكَةِ . وَالْمُرَادُ بِهَا أَهْلُهُ ، وَالْمُطَالَعَةُ : اَلنَّظَرُ فِي الْأُمُوْرِ ''.[1]

''(التركة) راء کی زیر اور سکون کے ساتھ، دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، اور اس کا معنی چھوڑی ہوئی چیز ہے۔ اور یہاں مراد ان کا کنبہ ہے، اور (الْمُطَالَعَةُ) سے مقصود معاملات کا جائزہ لینا ہے''۔

ب: اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہونے کی صورت میں ان کی بیوی سے ان کے احوال کے متعلق استفسار کرنا، اور پھر اپنی بہو سے ان کی معیشت اور دیگر حالات کے بارے میں پوچھنا۔

ج: کچھ عرصہ گزرنے کے بعد دوبارہ اپنے بیٹے کے ہاں تشریف لانا۔ صحیح بخاری ہی میں ایک دوسری روایت میں ہے:

''ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ علیہ السلام ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ : "إِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ" قَالَ : "فَجَاءَ......".''[2]

''پھر ابراہیم علیہ السلام کو [اپنے بیٹے اور ان کے کنبے کی خبر گیری کا] خیال آیا تو انہوں نے [سرزمین شام میں موجود] اپنے گھر والوں سے کہا: ''یقیناً میں [مکہ مکرمہ میں] اپنے چھوڑے ہوئے [کنبے] کے حالات سے آگاہی کے لیے جا رہا ہوں''۔

د: دوسری دفعہ تشریف لائے مگر اپنے بیٹے کو گھر میں موجود نہ پانے کی صورت میں ان کی بیوی سے بیٹے کے حالات کے بارے میں سوال کیا، پھر بہو سے ان کی

---

[1] عمدة القاري ١٥/ ٢٨٥ .

[2] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب يزفّون ، النسلان في المشي ، رقم الرواية ٣٣٦٥ ، ٦/ ٣٩٨ .

گزران اور دیگر حالات کے متعلق دریافت کیا۔

۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے اور اس کے کنبے کی خبر گیری کے لیے تیسری مرتبہ تشریف لانا۔ صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

''ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ : "إِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرْكَتِيْ ."

فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيْلَ علیہ السلام مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ ....''[1]

''پھر ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے [وہاں موجود] گھر والوں سے فرمایا: ''یقیناً اپنے [مکہ مکرمہ میں] چھوڑے ہوئے [کنبے] کی خبر گیری کے لیے روانہ ہو رہا ہوں''۔ پس وہ تشریف لائے اور اسماعیل علیہ السلام کو زمزم کے پیچھے پایا..........۔

۶: مذکورہ بالا روایت کے پیش نظر کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اور کنبے کی خبر گیری کے لیے مکہ مکرمہ صرف تین مرتبہ تشریف لائے، وہ تو اس مقصد کی خاطر کثرت سے مکہ مکرمہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے:

''فَفِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ جُهْمٍ : "كَانَ إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام يَزُوْرُ هَاجَرَ كُلَّ شَهْرٍ عَلَى الْبُرَاقِ يَغْدُوْ غُدْوَةً ، فَيَأْتِيْ مَكَّةَ ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَقِيْلُ بِمَنْزِلِهِ بِالشَّامِ .''[2]

''ابوجہم کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ براق پر [سوار ہو کر] حضرت ہاجر کے پاس دن کے پہلے پہر تشریف لاتے، اور پھر واپس پلٹنے پر قیلولہ (سرزمین) شام میں اپنے گھر میں فرماتے''۔

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب يزفّون : النسلان في المشي ، رقم الرواية ٣٣٦٥ ، ٦/٣٩٩ .

[2] فتح الباري ٦/٤٠٤ ؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١٥/٢٥٧ .

فاکہی نے بھی [اسناد حسن] کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قریباً اسی بات پر مشتمل حدیث روایت کی ہے کہ ''یقیناً ابراہیم علیہ السلام براق پر [سوار ہو کر] اسماعیل علیہ السلام اور ان [ہاجر] کے پاس تشریف لایا کرتے تھے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکمِ الٰہی کی تکمیل میں اپنے بیٹے اور بیوی کو سرزمین مکہ مکرمہ میں چھوڑا تھا، اور اللہ رب العالمین بلاشک وشبہ ان کی نگہبانی اور خبر گیری کے لیے کافی تھا، لیکن اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے کثرت سے اپنے بیٹے اور کنبے کی خبر گیری کے لیے تشریف لاتے رہے۔

بعض باپوں کا طرزِ عمل:

اس کے برعکس ہم میں سے بہت سے باپ اپنی اولاد کے معاملے میں سنگین کوتاہی اور شدید غفلت کا شکار ہیں، کچھ حضرات مال وزر کی طلب میں اس قدر مگن ہو چکے ہیں کہ اولاد کے معاملات میں ذاتی توجہ اور دلچسپی کے لیے ان کے پاس وقت ہی نہیں، بعض لوگ اپنے نالائق ساتھیوں کے ہمراہ لذتوں میں اس قدر ڈوبے ہیں کہ اولاد کے احوال کا جائزہ لینا اور اس بارے میں غور وفکر کرنا ان کی کتابِ زندگی سے خارج نظر آتا ہے، علاوہ ازیں کچھ لوگ بظاہر نیک مقاصد میں مشغول اپنی اولاد سے غفلت برتتے ہیں، اور دین کی آڑ میں اولاد کی خبر گیری کے دینی تقاضے کو پامال کرتے ہیں۔

باپوں کی غفلت، بے توجہگی اور لاپرواہی کے سبب جب اولاد سیدھی پٹڑی سے اتر کر انحراف اور بے راہ روی کی وادیوں میں بھٹک جاتی ہے تو تب ایسے باپوں کے پاس کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

اے ہمارے رب! ہمیں ایسے ناسمجھ اور بدنصیب باپوں کی راہ سے دور رکھنا اور اپنے فضل وکرم سے اس بارے میں اپنے خلیل علیہ السلام کے راستے پر استقلال واستقامت سے چلنے کی توفیق عطا فرمانا۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

❁❁❁❁❁

۱۶
بیٹے کو تعمیرِ کعبہ میں شریک کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اس کے بنانے میں اپنے بیٹے کو شامل فرمایا۔

دلیل:

امام بخاریؒ کی بیان کردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل روایت میں ہے۔

''ثُمَّ لَبِثَ [أَيْ إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام] عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى [أَيْ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ علیہ السلام وَزَوْجِهِ] ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَالِكَ ، وَإِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِنْ زَمْزَمَ ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ ، وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ، ثُمَّ قَالَ : "يَا إِسْمَاعِيْلُ ! إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ".

قَالَ : "فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ".

قَالَ : "وَتُعِيْنُنِيْ".

قَالَ : وَأُعِيْنُكَ" .

قَالَ : "فَإِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ هَاهُنَا بَيْتًا" ۔ وَأَشَارَ إِلَى اَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا ۔ قَالَ : "فَعِنْدَ ذَالِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ . فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام يَأْتِيْ بِالْحِجَارَةِ ، وَإِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام يَبْنِيْ ، حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ ، فَوَضَعَهُ لَهُ ، فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ ، وَإِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ ، وَهُمَا يَقُوْلَانِ : ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ قَالَ : فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ ، وَهُمَا يَقُوْلَانِ : ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ "[1]

پھر مشیت الٰہی کے مطابق وہ [یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام] کچھ عرصہ تک ان [اپنے بیٹے اور ان کی بیوی] کے ہاں تشریف نہ لائے ، پھر اس کے بعد تشریف لائے [تو اس وقت] اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے نیزے کی اصلاح کر رہے تھے۔ جب انہوں نے انہیں تشریف لاتے دیکھا تو ان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ایسے موقع پر باپ بیٹا ایک دوسرے کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے فرمایا: ''اے اسماعیل - علیہ السلام - یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے''۔

انہوں نے عرض کی: ''آپ کے رب تعالیٰ نے جس کام کا آپ کو حکم دیا ہے اس کو کر دیجیے''۔

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الأنبياء ، باب يزفون : النسلان في المشي ، جزء من الرواية ٣٣٦٤ ، ٦/٣٩٧-٣٩٨ .

انہوں نے فرمایا: اور [کیا] تو میری اعانت کرے گا''۔

انہوں نے عرض کی: ''اور میں آپ کی معاونت کروں گا''۔

انہوں نے فرمایا: ''درحقیقت مجھے اللہ تعالیٰ نے یہاں گھر بنانے کا حکم دیا ہے''۔

اور انہوں نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اپنے گردونواح میں سے سب سے اونچا تھا۔

انہوں [ابن عباس رضی اللہ عنہما] نے بیان کیا: ''اس موقع پر دونوں نے بیت [اللہ] کی بنیادوں کو بلند کرنا شروع کیا۔ اسماعیل علیہ السلام نے پتھر لانے شروع کیے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے۔ جب عمارت [کچھ] اونچی ہوئی، تو وہ یہ پتھر [یعنی مقام ابراہیم علیہ السلام] لائے، اور ان [ابراہیم علیہ السلام] کے لیے رکھ دیا۔ وہ اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے رہے، اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر پکڑاتے رہے۔ اور وہ دونوں [ساتھ ہی ساتھ] یہ [دعا] پڑھتے رہے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

[ترجمہ: اے ہمارے رب! تو ہم سے قبول فرما یقیناً تو ہی سننے والا جاننے والا ہے]

وہ دونوں تعمیر کرتے کرتے بیت اللہ کے گرد بھی گھومتے رہے اور یہ (دعا) پڑھتے رہے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [1]

[ترجمہ: اے ہمارے رب! تو ہم سے قبول فرما، یقیناً تو ہی سننے والا جاننے والا ہے]

اللہ اکبر! یہ منظر کس قدر حسین اور دل ربا تھا! معزز والد اور محترم بیٹا، دونوں ہی کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔

قرآن کریم نے بھی اس عظیم واقع کی تصویر کشی بایں الفاظ کی ہے:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [2]

[ترجمہ: اور جب ابراہیم اور اسماعیل۔علیہما السلام۔ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے جاتے تھے [اور کہتے جا رہے تھے] اے ہمارے رب! تو ہم سے قبول فرما، یقیناً تو ہی سننے والا جاننے والا ہے]

بعض باپوں کا طرز عمل:

لیکن انتہائی دکھ کی بات ہے کہ ہم میں سے دعوت دین میں سرگرم بعض حضرات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ والد محترم تو حزب الرحمٰن [رحمان کی جماعت] سے منسلک ہیں، لیکن برخوردار حزب الشیطان میں ہے، اور

---

[1] حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے: ''وَلِلْفَاكِهِي مِنْ حَدِيْثِ عُثْمَانَ: "فَبَنَاهُ إِبْرَاهِيْمُ وَإِسْمَاعِيْلُ - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - وَلَيْسَ مَعَهُمَا يَوْمَئِذٍ غَيْرُهُمَا" .''(فتح الباري ٦/٤٠٦) .

''اور فاکہی نے عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث روایت کی ہے: ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اس [بیت اللہ] کو تعمیر کیا، اور تب ان کے ساتھ کوئی اور [شریک تعمیر] نہ تھا''۔

[2] سورۃ البقرۃ/ الآیۃ ١٢٧

شاید اس کے پس منظر میں ایک سبب یہ بھی ہو کہ والد مکرم نے گوشہ جگر کو نیکی کے کاموں میں اپنا شریکِ سفر بنانے کی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ شاید انہوں نے ہی اپنے وسائل اور عزت و جاہ کو اس لیے استعمال کیا ہو کہ ان کا نورِ چشم ایسے شعبے سے وابستہ ہو جائے جس میں ظاہری چمک دمک اور دنیوی فوائد کی کثرت ہو، لیکن اس شعبے سے منسلک حضرات کا غالباً منطقی انجام حزب الشیطان کا فعال رکن بننا ہو۔ اے ہمارے رب رحیم و کریم! ہم ناکاروں کو ایسے ناسمجھ باپوں میں شامل نہ فرمانا۔ آمین یا حي یا قیوم۔

نیک اعمال میں شرکتِ اولاد کی تاکید:

خیر کے کاموں میں باپ کے ساتھ بیٹے کی شمولیت کی اہمیت کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان کا بیٹا بیت اللہ کی تعمیر میں ان کے ساتھ تعاون کرے۔

امام بخاریؒ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کردہ طویل روایت میں ہے:

''فَقَالَ [إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام :] "يَا إِسْمَاعِيلُ! إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا".

قَالَ : "أَطِعْ رَبَّكَ".

قَالَ : "إِنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ".

قَالَ : "إِذَنْ أَفْعَلُ" ۔ أَوْ كَمَا قَالَ.''[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب يزفون : النسلان في المشي، جزء من الرواية ٣٣٦٥، ٦/٣٩٩.

انہوں [ابراہیم علیہ السلام] نے فرمایا: ''اے اسماعیل - علیہ السلام - یقیناً تیرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر تعمیر کروں''۔

انہوں نے عرض کی: ''اپنے رب کی اطاعت کیجیے''۔

انہوں نے فرمایا: ''یقیناً اس نے مجھے حکم دیا ہے تو اس بارے میں میری اعانت کر''۔

انہوں نے عرض کی: ''پھر میں کروں گا''۔ أو کما قال .

اے اللہ ! ہمیں اعمال خیر کرنے کی توفیق عطا فرما ، اور ہمارے لیے اپنی اولادوں کو ایسے کاموں میں شامل کرنا آسان فرما۔ آمین یا ذا الجلال والاکرام۔

۱۷

اپنی نسل کے لیے منصب امامت طلب کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصبِ امامت پر فائز کرنے کی بشارت دی تو انہوں نے اسی سعادت کو اپنی نسل کے لیے بھی طلب کیا۔

قرآن مجید میں اس بات کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: ﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ [1]

---

[1] سورة البقرة / الآية ١٢٤ .

[ترجمہ: اور جب ابراہیم - علیہ السلام - کو ان کے رب نے کئی ایک باتوں سے آزمایا، اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو [اللہ تعالیٰ نے] فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔ انہوں نے عرض کی: ''اور میری اولاد میں سے [بھی]''۔ فرمایا: ''میرا وعدہ ظالموں سے نہیں'']

تفسیر آیت کریمہ:

امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (قَالَ) ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی (وَمِنْ ذُرِّيَّتِي) یعنی میری اولاد میں سے بھی امام بنا، [تاکہ] ان کی [اعمال خیر] میں اقتدا کی جائے۔[1]

قاضی ابن عطیہ اندلسیؒ نے لکھا ہے: ''(وَمِنْ ذُرِّيَّتِي) یہ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا اور درخواست ہے: کہ اے رب! میری نسل کو بھی [منصبِ امامت عطا فرمانا]''۔[2]

شیخ محمد عدویؒ نے قلم بند کیا ہے: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کے امام، اور ان کے لیے قدوہ صالحہ بنائے جانے پر قناعت نہ کی، اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ ان کی نسل میں سے بھی لوگوں کے امام بنائے جائیں''۔[3]

اس دعا کا سبب:

بعض مفسرین کرام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا سبب بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر شیخ سید محمد رشید رضاؒ نے اس بارے میں تحریر کیا ہے:

---

[1] تفسیر البغوي ۱/۱۱۲؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الخازن ۱/۱۰٤؛ وتفسیر القاسمي ۲/۲٤٥.

[2] المحرّر الوجیز ۱/۳٥۰؛ نیز ملاحظہ ہو: أیسر التفاسیر ۱/۹۱.

[3] دعوة الرسل ص ٤۰ - ٤۱.

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا [انسانی] فطرت کے عین مطابق ہے انسان سمجھتا ہے کہ اس کی اولاد کی بقا اس کی اپنی بقا ہے اسی لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اسی بہترین حالت میں رہے جس میں وہ ہے تاکہ جسمانی اور روحانی بقا میں اس کا حصہ رہے''۔[1]

شیخ سعدیؒ نے اس سلسلے میں قلم بند کیا ہے: ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ قابل رشک مقام عطا کیا گیا تو انہوں نے اسی [اعزاز] کو اپنی نسل کے لیے بھی طلب کیا تاکہ [اس طرح] ان کا درجہ اور ان کی نسل کا درجہ مزید بلند ہو جائے''۔[2]

دعائے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی قبولیت:

اللہ رب العالمین نے اپنے خلیل علیہ السلام کی اس دعا کو پورا فرمایا۔ ان کے بعد آنے والا ہر نبی ان کی نسل میں سے تھا، اور نازل ہونے والی ہر کتاب ان ہی کی اولاد پر نازل ہوئی۔

دلیل:

اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾[3]

[ترجمہ: اور ہم نے نبوت اور کتاب کو اس کی اولاد میں کر دیا]

تفسیر آیت کریمہ:

شیخ سعدیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''فَلَمْ يَأْتِ بَعْدَهُ نَبِيٌّ إِلَّا

---

[1] تفسير المنار ١/٤٥٦ .
[2] تفسير السعدي ص ٥٠ .
[3] سورة العنكبوت / جزء من الآية ٢٧ .

مِنْ ذُرِّيَّتِهِ ، وَلَا نَزَلَ كِتَابٌ إِلَّا عَلَى ذُرِّيَّتِهِ ، حَتَّى خُتِمُوْا بِابْنِهِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ .

وَهٰذَا مِنْ أَعْظَمِ الْمَنَاقِبِ وَالْمَفَاخِرِ أَنْ تَكُوْنَ مَوَادُّ الْهِدَايَةِ وَالرَّحْمَةِ ، وَالسَّعَادَةِ وَالْفَلَاحِ وَالْفَوْزِ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ ، وَعَلَى أَيْدِيْهِمْ اِهْتَدَى الْمُهْتَدُوْنَ ، وَآمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ ، وَصَلَحَ الصَّالِحُوْنَ ''[1]

''ان کے بعد ہر آنے والا نبی ان کی نسل سے آیا تھا، اور ہر نازل ہونے والی کتاب انہی کی نسل [کے نبی] پر نازل ہوئی، یہاں تک کہ سلسلہ نبوت ان کے بیٹے حضرت محمد - ﷺ - پر ختم ہوا۔

اور یہ انتہائی عظمت ومنقبت اور قابل فخر باتوں میں سے ہے کہ ہدایت ورحمت، سعادت وفلاح اور کامیابی وکامرانی کا منبع ان کی نسل میں ہو، اور انہی کے ہاتھوں پر ہدایت پانے والے ہدایت حاصل کریں، اہل ایمان ایمان لائیں، اور نیک لوگ نیکی کی راہ پر آئیں''۔

علم وعمل اور دعوتِ دین میں بلند مقام والے باپوں کو چاہیے کہ وہ ابوالأنبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے اپنی اولادوں کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اسی مقام پر پہنچا دے جس پر اس نے ان کو پہنچایا ہے۔ إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

علامہ ابن فرس رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مذکورہ بالا دعا سے استنباط کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

---

[1] تفسير السعدي ص ٦٨٦ ؛ نیز ملاحظہ ہو : تفسیر ابن کثیر ٤٥٣/٣ .

"يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا إِبَاحَةُ السَّعْيِ فِيْ مَنَافِعِ الذُّرِّيَّةِ وَالْقَرَابَةِ، وَسُؤَالِ ذَالِكَ مَنْ بِيَدِهِ ذَالِكَ"[1]

"اس سے اولاد اور اقارب کی منفعت کی خاطر کوشش کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے"۔

❁❁❁❁❁

۱۸

لوگوں کے دل اپنی نسل کی طرف مائل کرنے کی دعا

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں بحیثیت باپ ایک بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی نسل کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت ومودت اور شوق کے جذبات پیدا فرمادے۔

دلیل:

قرآن مجید میں ان کی اس دعا کا بایں الفاظ ذکر ہوا ہے: ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾[2]

[ترجمہ: اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! یہ اس لیے [کیا

---

[1] منقول از الإكليل في استنباط التنزيل ص ۳۱ .

[2] سورة إبراهيم عليه السلام / الآية ۳۷ .

ہے] کہ وہ نماز کو قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں]

تفسیر آیت کریمہ:

حافظ ابن جوزیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(تَهْوِیٓ إِلَيْهِمْ) "تَحِنُّ إِلَيْهِمْ" . وَقَالَ قَتَادَةُ : "تَنْزِعُ إِلَيْهِمْ" . وَقَالَ الْفَرَاءُ : "تُرِيْدُهُمْ" . ''[1]

''(تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ) [سے مراد] ان کی طرف جانے کے لیے بے قرار ہوں، اور قتادہؒ نے کہا: ''ان کی طرف کھچے جائیں''۔ اور فراءؒ نے کہا: ''لوگوں کے دلوں میں ان کی چاہت ہو''۔

قاضی بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''(تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ) تُسْرِعُ إِلَيْهِمْ شَوْقاً وَوَدَاداً''[2]

''(تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ) [سے مراد] شوق و مودت سے ان کی طرف بھاگے جائیں''۔

شیخ سعديؒ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''(فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ) : أَيْ تُحِبُّهُمْ، وَتُحِبُّ الْمَوْضِعَ الَّذِيْ هُمْ سَاكِنُوْنَ فِيْهِ''[3]

''(فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ) کا معنی یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کریں اور اس جگہ سے بھی پیار کریں جہاں انہوں نے سکونت اختیار کر رکھی ہے''۔

---

[1] زاد المسير ٤/٣٦٧-٣٦٨ .

[2] تفسير البيضاوي ١/٥٢١ ؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٥/٥٢ ؛ وروح المعاني ١٣/ ٢٣٨ .

[3] تفسير السعدي ص ٤٥٣ .

اے اللہ! ہم ناکاروں کی نسل کو نیک بنا اور انہیں اپنا محبوب بنا، اور صالحین کے دلوں میں ان کے لیے چاہت اور محبت پیدا فرما۔ إنك سميع الدعاء .

❁❁❁❁❁

۱۹

بیٹے کو حکم دینے سے پہلے اس سے مشورہ کرنا

بحیثیت والد سیرت ابراہیم علیہ السلام میں ہم ایک بات یہ بھی دیکھتے ہیں کہ انہوں نے بیٹے کو حکم دینے سے پیشتر ان سے مشورہ لیا۔

دو دلیلیں:

اس بارے میں دو دلیلیں ذیل میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پیش کی جا رہی ہیں:

۱: ذبح کے لیے تیار ہونے سے پہلے مشورہ:

جب انہیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے بیٹے کو ذبح کے لیے تیار ہونے کا حکم دینے سے پہلے ان سے مشورہ کیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۞ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَٰبُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾[1]

[ترجمہ: تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ [بچہ]

---

[1] سورة الصافات / الآيتان ۱۰۱-۱۰۲ .

15905

اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کے لائق ہو گیا تو اس [ابراہیم علیہ السلام] نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری رائے کیا ہے؟]

طلب مشورہ کی حکمت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے مشورہ اس لیے طلب نہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر ان کی رائے اور مشورے پر عمل کیا جائے، بلکہ ان کا مقصود - واللہ تعالیٰ اعلم - یہ تھا کہ لختِ جگر کے ردِّ عمل سے آگاہ ہونے کے بعد ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے کہ حکم ربانی کی تعمیل بھی ہو جائے اور گوشہ جگر اجر و ثواب میں شریک بھی ہو جائے۔ حضرات مفسرینؒ نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ذیل میں تین مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

ا: علامہ زمخشری نے تحریر کیا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشورہ اس لیے نہ کیا تھا کہ بیٹے کے مشورے کے مطابق طرزِ عمل اختیار کیا جائے، بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آمدہ آزمائش کے متعلق ان کا نقطہ نظر معلوم ہو جائے، اگر وہ گھبراہٹ کا مظاہرہ کریں تو انہیں ثابت قدمی اور صبر کی تلقین کی جائے، اور اگر وہ صبر اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کریں تو ان کے قدموں کو ڈگمگانے سے بچانے کی خاطر کوشش کی جائے۔

علاوہ ازیں ان کا مقصود یہ بھی تھا کہ انہیں پیش آمدہ آزمائش کے متعلق پہلے سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے نفس کو آمادہ صبر کر کے مصیبت کا بوجھ ہلکا کر لیں، اور آزمائش کا مقابلہ اس انداز سے کریں کہ وہ پہلے ہی سے اس سے آشنا اور مانوس ہو

چکے ہوں، نیز وہ بھی حکم ربانی کے لیے پہلے ہی سے آمادہ اطاعت ہو کر ثواب حاصل کریں۔

انہوں نے بیٹے سے اس لیے بھی رائے طلب کی تاکہ ذبح کیے جانے کا اچانک فیصلہ طبیعت پر گراں نہ گزرے۔

مزید براں ان کے اس طرز عمل سے مشورہ کرنا سنت [ابراہیمی] قرار پائے۔[1]

ب: حافظ ابن جوزیؒ نے اس بارے میں لکھا ہے: ''انہوں نے یہ بات [یعنی بیٹے سے مشورہ کرنا] حکم الٰہی کے خلاف منصوبہ بندی کی غرض سے نہ کہی تھی بلکہ ان کا ارادہ بیٹے کے ردّ عمل سے آگاہ ہونا تھا''۔[2]

ج: قاضی بیضاویؒ نے اسی سلسلے میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس حکم ربانی کے متعلق، جو کہ حتمی تھا، مشورہ اس لیے کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش کے متعلق ان [بیٹے] کی رائے معلوم ہو جائے، اور اگر وہ گھبراہٹ کا مظاہرہ کریں تو انہیں ثابت قدمی کی تلقین کریں، اور اگر تسلیم ورضا کا اظہار کریں تو پھسلنے سے بچاؤ کی خاطر کوشش کریں، اور تاکہ وہ پہلے ہی سے اپنے نفس کو آمادہ صبر کر کے آزمائش کا بوجھ ہلکا کر لیں، اور امتحان کے شروع ہونے سے پہلے ہی اظہار تابع داری کر کے ثواب حاصل کر لیں۔[3]

---

[1] ملاحظه هو: الكشاف ٣/٢٤٨ .   [2] زاد المسير ٧/٧٥ .

[3] ملاحظه هو: تفسير البيضاوي ٢/٢٩٩ ؛ نيز ملاحظه هو: روح المعاني ٢٣/١٢٩ .

۲: بنائے کعبہ میں شریک کرنے سے پہلے مشورہ:

بیٹے کو حکم دینے سے پہلے مشورہ کرنے کے متعلق دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل۔ علیہ السلام۔ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ تعمیر کریں، تو انہوں نے اس بارے میں بیٹے کو حکم دینے سے پہلے ان سے مشورہ کیا۔ صحیح بخاری میں ہے: ''ثُمَّ قَالَ: "يَا إِسْمَاعِيْلُ! إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ".

قَالَ: "فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ".

قَالَ: "وَتُعِيْنُنِيْ".

قَالَ: "وَأُعِيْنُكَ".

قَالَ: "فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ هَاهُنَا بَيْتًا".''[1]

پھر انہوں نے فرمایا: ''اے اسماعیل۔ علیہ السلام۔ یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے''۔

انہوں نے عرض کی: ''آپ کے رب تعالیٰ نے جس کام کا آپ کو حکم دیا ہے اس کو کر دیجیے''۔

انہوں نے فرمایا: ''اور [کیا] تو میری اعانت کرے گا؟''

انہوں نے عرض کی: ''اور میں آپ کی معاونت کروں گا''۔

انہوں نے فرمایا: ''یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے یہاں گھر بنانے کا حکم دیا ہے''۔

اور صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت میں ہے: ''فَقَالَ [إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام]:

"يَا إِسْمَاعِيلُ! إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِي لَهُ بَيْتًا".

قَالَ: "أَطِعْ رَبَّكَ".

قَالَ: "إِنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ".

قَالَ: "إِذَنْ أَفْعَلُ" ـ أَوْ كَمَا قَالَ."[1]

انہوں [ابراہیم علیہ السلام] نے فرمایا: "اے اسماعیل ـ علیہ السلام ـ درحقیقت تیرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر تعمیر کروں"۔

انہوں نے عرض کی: "اپنے رب کی اطاعت کیجیے"۔

انہوں نے فرمایا: "یقیناً اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اس بارے میں میری اعانت کرو"۔

انہوں نے عرض کی: "پھر میں کروں گا"۔ أَوْ كَمَا قَالَ.

بعض باپوں کا طرزِ عمل:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برعکس بعض باپ صرف حکم جاری کرنا ہی جانتے ہیں، وہ اس بات کی طرف قطعاً توجہ نہیں دیتے کہ جن بچوں کو وہ حکم دے رہے ہیں ان کا ردّعمل کیا ہوگا۔ یہ طرزِ عمل نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔ دعوت وتربیت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ مخاطب کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے اور حدودِ شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اس کے ردّعمل کا خیال رکھا جائے، اس ضابطے اور قاعدے سے غفلت اور بے اعتنائی دعوت وتربیت کی ناکامی کا سبب بن سکتی ہے۔[2]

---

[1] اس روایت کی تخریج کتاب ہذا کے ص ۸۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

[2] اس بارے میں مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: راقم السطور کی کتاب: "مراعاة أحوال المخاطبين في ضوء الكتاب والسنة"

بعض باپ ایسے بھی ہیں جو اولاد کو شرعی امور کا حکم دینے سے پہلے ان سے مشورہ کرتے ہیں، لیکن ان کا مقصودِ مشورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقصد کے برعکس ہوتا ہے۔ ان کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ اگر اولاد راضی ہو تو شریعت کی پابندی کا حکم دیا جائے وگرنہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ طرزِ عمل قطعی طور پر غلط ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں۔ صرف اولاد ہی نہیں، بلکہ حکمِ الٰہی کے مقابلے میں والدین کی بات پر بھی عمل نہ کیا جائے گا، اس بارے میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے مختصر الفاظ میں انتہائی جامع اور عمدہ ضابطہ بیان فرما دیا ہے: ''لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِيْ الْمَعْرُوْفِ''[1]

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی [والی بات] میں کسی کی اطاعت نہیں، درحقیقت اطاعت تو بھلائی [کی بات] میں ہے''۔

❁❁❁❁❁

۲۰ حکمِ ربانی کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دینا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں یہ بات نمایاں ہے کہ انہیں اپنی اولاد سے بہت پیار تھا، لیکن اولاد سے ان کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب نہ تھی کہ احکام

---

[1] رواہ الإمام مسلم عن علي رضي الله عنه. ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، ۱۲/۲۲۷. (المطبوع مع شرح النووي)

الٰہیہ کی تعمیل میں رکاوٹ بن جائے۔

دو دلیلیں:

درج ذیل دو واقعات اس بات پر دلالت کناں ہیں:

ا: شیر خوار لخت جگر کو بنجر اور ویران وادی میں چھوڑنا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند عطا فرمایا، پھر انہیں حکم دیا کہ اس بچے اور اس کی والدہ کو ایسی وادی میں چھوڑ آئیں جہاں نہ کھیتی تھی، نہ پانی اور نہ ہی کوئی انسان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد سے شدید تعلق اور پیار کے باوجود اپنے رب تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل بلا چوں وچرا کی۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:

''ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيْلَ - عَلَيْهِمَا السَّلَام - وَهِيَ تُرْضِعُهُ- حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَّلَيْسَ بِهَا مَاءٌ . فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، ثُمَّ قَفّٰى إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام مُنْطَلِقاً .

فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ عليه السلام ، فَقَالَتْ : ''يَا إِبْرَاهِيْمُ ! أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ؟'' .

فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَاراً ، وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا ، فَقَالَتْ لَهُ : ''آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا ؟''.

قَالَ : ''نَعَمْ'' .

قَالَتْ : "إِذَنْ لَّا يُضَيِّعُنَا".

ثُمَّ رَجَعَتْ." [1]

''پھر ابراہیم علیہ السلام اس [ام اسماعیل] کو اور اس کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو لے آئے، اور وہ [ان دنوں] انہیں دودھ پلا رہی تھی، اور ان دونوں کو بیت اللہ کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھا دیا، [اور] وہ جگہ [اب] مسجد کے بالائی حصہ میں زمزم کے اوپر ہے، اور تب مکہ میں کوئی نہ تھا، اور نہ ہی وہاں پانی تھا، انہوں نے ان دونوں کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود واپسی کا رخ کیا۔

ام اسماعیل علیہما السلام ان کے پیچھے چلیں، اور کہنے لگیں: ''اے ابراہیم۔ علیہ السلام۔!

''آپ ہمیں اس وادی میں کہ اس میں نہ تو کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز، چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟''۔

انہوں نے یہ بات [پکار پکار کر] متعدد مرتبہ دہرائی، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ آخر انہوں نے کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟''

انہوں نے جواب میں فرمایا: ''ہاں''۔

تو انہوں نے کہا: ''پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا''۔

پھر وہ واپس لوٹ گئیں''۔

اس عمل کی عظمت کو اجاگر کرنے والی باتیں:

ایسے حالات میں حکمِ الٰہی کی تعمیل

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب يزفّون: النسلان في المشي، جزء من رقم الرواية ٣٣٦٤، ٣٩٦/٦ باختصار.

کچھ آسان بات نہ تھی۔ انتہائی کٹھن اور دشوار مرحلہ تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے پیار پر اپنے مالک اللہ رب العزت کے حکم کو ترجیح دی۔ اس عمل کی عظمت کا ادراک کرنے کے لیے حضرات قارئین درج ذیل باتوں کی طرف توجہ فرمائیں:

ا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرزند اپنی قوم اور وطن سے ہجرت کرنے کے بعد عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَأَرَادُوْا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِيْنَ ۞ وَقَالَ إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۞ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾[1]

[ترجمہ: انہوں نے تو اس [ابراہیم علیہ السلام] کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کو نیچا کر دیا، اور اس [ابراہیم علیہ السلام] نے کہا: ''میں اپنے رب کی طرف [ہجرت کر کے] جا رہا ہوں وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا۔ اے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما''۔]

حافظ ابن کثیرؒ نے (رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے:

''ایسی تابع دار اولاد عطا فرما جو چھوڑے ہوئے کنبے اور قوم کا عوض ہو''۔[2]

اور یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ ان حالات میں ملنے والے نورِ نظر کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق کس قدر شدید اور پیار کتنا زیادہ ہوگا!

ب: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ لختِ جگر بڑھاپے میں عطا فرمایا تھا۔ سورہ ابراہیم علیہ السلام میں ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ﴾[3]

---

[1] سورة الصافات / الآيات ٩٨-١٠١.

[2] تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶ ... الآية ۳۹

[ترجمہ: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق۔علیہما السلام۔عطا فرمائے]

اور سب جانتے ہیں کہ کبرسنی کے عالَم میں ملنے والے نورِ چشم سے بوڑھے والد کا لگاؤ کس قدر ہوتا ہے۔

ج: حضرت اسماعیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزندِ اوّل تھے، اور اولاد والے پہلوٹھی بچوں کی محبت کی دلوں پر گرفت سے خوب آگاہ ہیں۔[1]

د: حکم الٰہی صرف یہ نہ تھا کہ نورِ نظر کو اپنی نگاہوں سے دور کردو، گوشہ جگر سے جدائی اختیار کرو، اور صرف اسی حکم کی تعمیل سینے میں باپ کا دل رکھنے والے کے لیے آسان نہیں، لیکن حکم تو یہ تھا کہ سرورِ نظر اور راحتِ جان کو ایسی جگہ پر چھوڑ کر آؤ جہاں نہ کھیتی ہے، نہ پانی، نہ انسان، اور نہ ہی کوئی اور چیز۔

ہ: فرزند کو ایسے مقام پر چھوڑنے کا حکم بیٹے کی قوت وطاقت اور جوانی کے زمانے میں نہ تھا، بلکہ وہ ان کی کمزوری کا زمانہ تھا کہ تب وہ شیر خوار بچے تھے، اور ایسی حالت میں ننھے منھے پیارے اور نازک پھول کو ویران اور بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑنے کا تصور اولاد والوں کے جسموں پر کپکپی طاری کرنے کے لیے کافی ہے۔

و: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زوجہ محترمہ ام اسماعیل علیہما السلام کے متعدد بار پکارنے کے باوجود ان کی طرف اور اپنے نورِ نظر کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شفقتِ پدری میں طغیانی آئے اور وہ حکمِ الٰہی کی تعمیل میں رکاوٹ بن جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ١٦/٤.

۲: بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے مستعد ہونا:

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اس عمر کو پہنچے

کہ کام کاج میں اپنے بوڑھے والدِ ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹا سکیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت خلیل علیہ السلام شفقتِ پدری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکمِ ربانی کی تعمیل کے لیے فوراً آمادہ ہوئے۔ ان کے اس عظیم اور بے مثال ایثار کا ذکر درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1]

[ترجمہ: جب وہ [بچہ] اس کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو اس [ابراہیم علیہ السلام] نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! میں خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیری رائے کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: اے میرے باپ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجا لایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے''۔

---

[1] سورة الصافات / الآيات ۱۰۲ - ۱۱۱.

جب وہ دونوں مطیع ہو گئے [یعنی حکمِ الٰہی کی تعمیل کے لیے مستعد ہو گئے] اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا، تو ہم نے اس کو آواز دی: ''اے ابراہیم۔ علیہ السلام۔! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

درحقیقت یہ بہت بڑی آزمائش تھی اور ہم نے اس [اسماعیل علیہ السلام] کے بدلے میں بہت بڑی قربانی دے دی۔ اور تمام آنے والے لوگوں میں اس [عظیم واقعہ] کا ذکر باقی رکھا۔ ابراہیم۔ علیہ السلام۔ پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا]

اس قربانی کو نمایاں کرنے والے حقائق:

گوشہ جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے لیے مستعد اور تیار ہونا معمولی بات نہیں۔ اور معاملہ صرف یہیں تک نہیں بلکہ وہاں کچھ اور حقائق بھی تھے جنہوں نے اس عمل کی عظمت، سنگینی اور دشواری میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ انہیں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا: یہ فرزندِ جلیل قوم اور وطن سے ہجرت کے بعد ملا تھا۔[1]

ب: گوشہ جگر کا یہ عطیۂ ربانی بڑھاپے میں میسر آیا تھا۔[2]

ج: اس راحتِ جان کو ذبح کرنے کا حکم تب ملا جب کہ وہ بوڑھے والد کے کام کاج میں تعاون کے قابل ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کی اس صلاحیت اور استعداد کو

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب ہذا کا ص ۹۹۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المرجع السابق۔

بایں الفاظ بیان فرمایا: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾[1] [ترجمہ: جب وہ [بیٹا] اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل ہوگیا]

تنبیہ:

آیت کریمہ میں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کام کاج کی صلاحیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: [فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ] [یعنی وہ اپنے باپ کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل ہوگیا] اور اس پر اکتفا نہیں کیا کہ [فَلَمَّا بَلَغَ السَّعْيَ] وہ کوشش کرنے کے لائق ہوگیا]

بعض مفسرین کرامؒ نے اس مقام پر یہ سوال اٹھایا ہے کہ [باپ کے ساتھ] کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے، صرف یہی بیان کرنے پر اکتفا کیوں نہیں کیا گیا کہ وہ [کوشش کرنے کے لائق ہوگیا]۔ علامہ زمخشری نے اس اضافے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ شفقت کرنے والا اور مہربان ہوتا ہے، وہ تو اپنے بیٹے کو اسی وقت اپنے ساتھ کام پر لگائے گا جب اس میں کام کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوگی۔ دوسرے لوگوں کا غالباً مطمح نظر تو کام لینا ہی ہوتا ہے، کام کرنے والے میں خواہ استعداد اور استطاعت کامل ہو یا ناقص۔[2]

اور یہ بات تو معلوم ہے کہ استعداد اور استطاعت والے بچے میں باپ کی رغبت، اور اس کے لیے محبت عام طور پر دیگر بچوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ

---

[1] سورة الصافات / جزء من الآية ١٠٣.

[2] ملاحظه هو: الكشاف ٣/٣٤٧؛ نیز ملاحظه هو: التفسير الكبير ٢٦/١٥٢.

نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: یعنی اس عمر کو پہنچ گیا کہ سعی اور کوشش کے قابل ہو گیا، اور اس عمر کا بچہ غالباً والدین کو بہت پیارا ہوتا ہے کیونکہ تب اس کے بوجھ بننے کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور والدین کے بوجھ اٹھانے کا دور شروع ہوتا ہے۔[1]

د: اس فرزندِ جلیل میں اللہ تعالیٰ نے دیگر اوصاف کے ساتھ ایک ایسی خوبی ودیعت کر رکھی تھی جو بوڑھے باپ کے اس کے ساتھ تعلق اور محبت کو دو چند کر دیتی ہے، اس خوبی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں ہے: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ [ترجمہ: تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی] اور بڑھاپے میں بردبار بیٹے کی قدر و منزلت اس نعمت سے محروم بوڑھے والدین خوب جانتے ہیں۔

ان سب حقائق کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی محبت پر حکمِ ربانی کو ترجیح دیتے ہوئے بلا چوں و چرا اپنے گوشہ جگر کو ذبح کرنے کے لیے مستعد اور تیار ہوئے۔

اس عظیم قربانی کے متعلق آیت کریمہ:

مولائے کریم نے ان کے مذکورہ بالا طرزِ عمل کی تصویر کشی بایں الفاظ فرمائی ہے: ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ [ترجمہ: جب وہ دونوں مطیع ہو گئے (یعنی حکمِ ربانی کی تعمیل کے لیے مستعد ہو گئے) اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا]

قاضی بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (فَلَمَّا أَسْلَمَا) یعنی دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو گئے، یا (معنی یہ ہے کہ) ذبیح علیہ السلام اپنی جان سے، اور ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سے اللہ تعالیٰ کے لیے دست بردار ہو گئے۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص ۷۷۰۔

[2] تفسیر البیضاوی ۲/۲۹۹ باختصار۔

بیٹے کی قمیص بطور کفن استعمال کرنے کی خاطر اتارنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑنے کے بعد بیٹے نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کی قمیص اتار لی جائے تاکہ انہیں اس میں کفنایا جا سکے، کیونکہ انہیں کفنانے کے لیے وہاں اور کوئی کپڑا موجود نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے قمیص اتارنے کے لیے لپکے۔

اللہ اکبر! یہ مرحلہ کتنا کٹھن اور دشوار تھا! اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: ﴿إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾ [ترجمہ: درحقیقت یہ بہت بڑی آزمائش تھی] اور حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام اس میں صبر واستقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے۔ امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عليه السلام لَمَّا أُمِرَ بِالْمَنَاسِكِ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى، فَسَابَقَهُ، فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيْلُ عليه السلام إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَثَمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ، وَعَلَى إِسْمَاعِيْلَ عليه السلام قَمِيْصٌ أَبْيَضُ۔ وَقَالَ: "يَا أَبَتِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِي فِيْهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتَّى تُكَفِّنَنِي فِيْهِ" فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ، فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ: ﴿أَنْ يَٰإِبْرَاهِيْمُ ۞ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾.

فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَبِيْعُ هٰذَا الضَّرْبَ مِنَ

الْكِبَاشِ". "[1]

"جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک [حج] کا حکم دیا گیا تو سعی کی جگہ میں شیطان ان کے سامنے آیا، اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام انہیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے۔ تو شیطان [پھر] ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماری اور وہ چلا گیا، پھر جمرہ وسطی پر ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماری، اور اس مقام پر انہوں نے اس [اپنے بیٹے] کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا۔ [تب] اسماعیل علیہ السلام نے سفید [قمیص] پہن رکھی تھی، انہوں نے عرض کی: "اے میرے باپ! آپ کے مجھے کفنانے کے لیے میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں، آپ اس کو اتار لیجے تاکہ آپ مجھے اسی میں کفنا سکیں"۔

وہ قمیص اتارنے کے لیے تیار ہوئے اور انہیں پیچھے سے آواز دی گئی: "اے ابراہیم۔ علیہ السلام۔ یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا]

ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو [وہاں] ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "یقیناً ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہیں"۔

بہت سے والدین کا طرز عمل:

مقام افسوس ہے کہ ہم میں سے بہت سے والدین کا

---

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث ٢٧٠٧، ٢٤٨/٤ ۔ شیخ احمد شاکرؒ نے اس کی سند کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٤٧/٤).

طرز عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کے بالکل الٹ ہے ہم اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور اولاد کی محبت میں ٹکراؤ ہو تو ہمارا جھکاؤ بلکہ فیصلہ عام طور پر اولاد کی محبت کو ترجیح دینے کا ہوتا ہے۔ ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہمارا اور ہماری اولاد کا خالق، مالک، رب اور رازق تنہا اللہ تعالیٰ ہے، اور ہم سب کی دنیا و آخرت کی سعادت اور کامیابی اس کے احکامات کی بلا چوں و چرا تعمیل سے وابستہ ہے، ہم اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر جاتے ہیں کہ حب الٰہی پر کسی کی بھی محبت کو ترجیح دینا تباہی و بربادی اور ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن نہیں رکھا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾[1]

[ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے کنبے، اور تمہارے کمائے ہوئے مال، اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خدشہ ہے، [اگر یہ] تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا]

❁❁❁❁❁

---

[1] سورۃ التوبۃ / الآیۃ ۲۴ .

بحیثیت والد سیرت حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ایک بات یہ بھی ہے کہ انہیں اس بات کی شدید تمنا تھی کہ ان کی نسل میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جائے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اوران کا تزکیہ کرے۔

دلیل:

حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام کی اس بارے میں دعا کا ذکر درج ذیل آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [1]

[ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اوران کا تزکیہ کرے، یقیناً تو ہی بہت غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے]

دعا میں بعثتِ رسول کے مقاصد:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہونے والی باتوں

---

[1] سورۃ البقرۃ / الآیۃ ۱۲۹۔

میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے دعا کی کہ وہ ان کی نسل میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے جو درج ذیل کام سرانجام دے:

ا: ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ﴾ [ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے]

شیخ ابن عاشورؒ رقم طراز ہیں: ''(يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ) کا معنی یہ ہے کہ نصیحت کی غرض سے ان پر آیات کی تلاوت کرے۔''[1]

ب: (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) [انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے]: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق [کتاب] سے مراد قرآن [کریم] اور [الحكمة] سے مراد سنت ہے۔[2]

حضرت قتادہؒ نے بیان کیا ہے کہ [اَلْحِكْمَةَ] سے مراد سنت اور شریعت کا بیان ہے۔[3]

ج: (وَيُزَكِّيْهِمْ) [اور ان کا تزکیہ کرے]: شیخ سعدیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ: ''وہ [ان کا تزکیہ] نیک اعمال کرنے اور برے اعمال سے بچنے کی تربیت کے ساتھ کرے کہ اس کے بغیر تزکیہ نفس نہیں ہوتا۔''[4]

شیخ محمد عدویؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی کہ وہ ان کی نسل میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمادے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرے، اس کی قدرت، علم اور

---

[1] التحرير والتنوير ۷۲۲/۱.

[2] ملاحظه هو: زاد المسير ۱٤٦/۱.

[3] ملاحظه هو: تفسير القرطبي ۱۳۱/۲؛ نيز ملاحظه هو: المحرّر الوجيز ۷۲۲/۱.

[4] تفسير السعدي ص ٥١.

حکمت کے دلائل ان کے سامنے بیان کرے، قرآن کریم کی انہیں تعلیم دے، رموز شریعت اور شرعی احکام کے اغراض ومقاصد سے انہیں آگاہ کرے، اور یہی وہ [اَلْحِكْمَةَ] ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾[1]

[ترجمہ: اور جس کو حکمت دی گئی اس کو بڑی خیر [خوبی اور بھلائی] دی گئی اور نصیحت صرف عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں][2]

دعائے ابراہیم علیہ السلام کی قبولیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

دلیل:

امام حاکمؒ نے خالد بن معدانؒ سے روایت نقل ہے، اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ."

"اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں اپنے بارے میں بتلایئے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام، وَبُشْرٰى عِيْسٰى[3]

---

[1] سورة البقرة / جزء من الآية ٢٦٩ . [2] ملاحظہ ہو: دعوة الرسل ص ٤٢ .

[3] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری بعثت کی بشارت دی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (سورة الصف / جزء من الآية ٦) . [ترجمہ: اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوش خبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ﷺ ہوگا]

علیہ السلام ''۔[1] الحدیث

''[میں] اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا [کا نتیجہ] ہوں، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت''۔

نسل ابراہیم علیہ السلام کی عظمت:

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ رازیؒ نے اس بارے میں تحریر کیا ہے: یہ دعا نسل ابراہیمی کے کمال پر دو پہلوؤں سے دلالت کرتی ہے:

۱: ان میں ایسا رسول ہو جس کے ذریعے ان کے لیے دین و شریعت کی تکمیل ہو، اور وہ انہیں ایسی باتوں کی دعوت دے جن کے ساتھ وہ دین پر ثابت قدم ہو جائیں۔

۲: ان کی طرف مبعوث کیا جانے والا رسول انہی میں سے ہو، اور اس میں ان کی عزت، شرافت متعدد پہلوؤں سے آشکارا ہوتی ہے:

ا: عزت و دین میں ان کا مقام و مرتبہ بلند و بالا ہو جائے۔

ب: جب رسول انہی کی نسل میں سے ہو گا تو وہ اس کی ولادت اور جائے پیدائش [حالات زندگی] سے آگاہ ہوں گے، اور ان کے لیے اس کے صدق

---

[1] المستدرك على الصحيحين، كتاب التاريخ ۲/ ۶۰۰ . امام حاکمؒ نے تحریر کیا ہے: ''خالد بن معدان بہترین تابعین میں سے تھے، معاذ بن جبل اور ان کے بعد والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت کی سعادت سے بہرور ہوئے، اور جب وہ صحابہ سے کوئی حدیث بیان کریں تو اس کی اسناد [صحیح] ہوتی ہیں''۔(المرجع السابق ۲/ ۶۰۰) . حافظ ذہبیؒ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: التلخيص ۲/ ۶۰۰) . نیز ملاحظہ ہو: هامش المسند للشيخ شعيب الأرنووط وزملائه ۲۸/ ۳۸۰-۳۸۲ .

وامانت کو پہنچانا آسان ہوگا۔

ج: جب رسول ان میں سے ہوگا تو ان کی بھلائی کے لیے اس کا جذبہ اور حرص دیگر تمام لوگوں سے زیادہ ہوگا، اور کسی دوسری قوم میں سے مبعوث ہونے والے رسول سے وہ ان پر زیادہ شفیق اور مہربان ہوگا۔[1]

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات کی شدید رغبت اور خواہش رکھتے تھے کہ ان کی آئندہ نسلوں کا رحمن کی آیات سے مضبوط تعلق اور رابطہ استوار ہو، کتاب وسنت کی تعلیم کی سہولت میسر ہو، اور ان کے تزکیہ نفوس کا اہتمام ہو۔

بہت سے والدین کا طرز عمل:

اس کے برعکس ہم میں سے والدین کی ایک بڑی تعداد کی ساری توجہ اولاد کو دنیاوی علوم سے آراستہ کرنے پر مرکوز ہے، اس سلسلے میں وہ انتہائی جدوجہد کرتے ہیں، ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہیں، تاحد استطاعت، بلکہ بسا اوقات اپنے وسائل سے بھی زیادہ مال خرچ کرتے ہیں، لیکن کتاب وسنت کی تعلیم کو ضیاعِ وقت اور ناقابل برداشت بوجھ تصور کرتے ہیں، اور جہاں تک اولاد کے تزکیہ نفوس کا تعلق ہے تو ان کے خیال مطابق ابھی ان کی ''نیک بخت'' اولاد کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اے ہمارے رب! ہم ناکاروں کو ایسے بدنصیب لوگوں میں شامل نہ فرمانا! اپنی عنایت اور نوازش سے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر چلانا۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ۔

❁❁❁❁❁

---

[1] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٤/ ٦٥.

۲۲
اولاد کو موت تک دین پر ثابت قدم رہنے کی وصیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بسترِ مرگ پر بھی اپنی اولاد کو اس بات کی وصیت فرمائی کہ وہ مرتے دم تک دین پر ڈٹے رہیں۔

دلیل:

اللہ عزوجل نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَوَصّٰى بِهَآ إِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[1]

[ترجمہ: اور اس [بات] کی وصیت ابراہیم اور یعقوب-علیہما السلام- نے اپنے بیٹوں کو کی، کہ اے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لیے پسند فرمالیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان]

تفسیر آیت کریمہ:

امام بغوی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''دَاوِمُوْا عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى لَا يُصَادِفَكُمُ الْمَوْتُ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔''[2]

''اسلام پر جمے رہنا یہاں تک کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو''۔

قاضی ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''إِيْجَازٌ بَلِيْغٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهُ أَمْرُهُمْ بِالْإِسْلَامِ وَالدَّوَامِ عَلَيْهِ، فَأَتٰى ذٰلِكَ بِلَفْظٍ مُوْجَزٍ يَقْتَضِي

---

[1] سورة البقرة / الآية ۱۳۲ . [2] تفسير البغوي ۱/ ۱۱۸.

الْمَقْصُوْدَ ، وَيَتَضَمَّنُ وَعْظًا وَتَذْكِيْرًا بِالْمَوْتِ ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْمَرْءَ يَتَحَقَّقُ أَنَّهُ يَمُوْتُ وَلَا يَدْرِيْ مَتٰى ؟ فَإِذَا أُمِرَ بِأَمْرٍ لَا يَأْتِيْهِ الْمَوْتُ إِلَّا وَهُوَ عَلَيْهِ ، فَقَدْ تَوَجَّهَ مِنْ وَقْتِ الْأَمْرِ دَائِبًا لَازِمًا .‘‘[1]

’’[حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت میں] بلیغ اختصار ہے ان [کی وصیت] کا مقصود انہیں [اپنے بیٹوں کو] اسلام اور اس پر ڈٹے رہنے کا حکم دینا تھا۔ اس غرض کے لیے انہوں نے ایسے الفاظ استعمال کیے جن سے ان کا مقصود بھی پورا ہو گیا، اور وعظ و نصیحت اور موت کی یاد دہانی بھی ہو گئی، کیونکہ ہر شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اس کو مرنا ہے، لیکن کسی کو موت کے وقت کی خبر نہیں۔ اسی لیے جب کسی کو یہ حکم دیا جائے کہ [تمہیں موت نہ آئے مگر تم اس کام پر کاربند ہو] تو وہ اسی وقت سے توجہ اور اہتمام کے ساتھ اس عمل کی پابندی شروع کر دیتا ہے‘‘۔

اس وصیت کی اہمیت:

دین حق پر ثابت قدم رہنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جمے رہنے کی وصیت کتنی اہم ہے! اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم اہل ایمان کو دیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[2]

[ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور ہرگز نہ مرو مگر مسلمان [یعنی مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا]]

اور رسول کریم ﷺ نے بھی امت کو اسی بات کی وصیت فرمادی۔ آپ نے ارشاد

---

[1] المحرّر الوجيز ۱/۳۶٤ ؛ نیز ملاحظہ ہو: التحرير والتنوير ۱/۷۲۹ .

[2] سورة آل عمران / الآية ۱۰۲ .

فرمایا:"فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَیُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَاْتِهِ مَنِیَّتُهُ وَھُوَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ"[1]

''جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کو [جہنم کی] آگ سے دور کیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے اس کو چاہیے کہ اس کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان ہو''۔

اور اسی بات کا حکم نبی کریم ﷺ نے حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ آپ نے فرمایا:"قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ"[2]

''تو کہہ: ''میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لایا''۔ پھر [اس بات پر] ڈٹ جا''۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی اولادوں کو دین پر ثابت قدم اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری پر جمے رہنے کا حکم دیتے رہیں۔ ہماری اولادوں کی بظاہر دین داری اس بات کی تلقین اور تاکید کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ ہماری اولادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں سے زیادہ پرہیزگار اور متقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾[3]

[ترجمہ: سو نصیحت کرتے رہیے یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی]

❁❁❁❁❁

---

[1] رواه الإمام مسلم عن ابن عمرو رضي الله عنهما . ملاحظه هو: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول، جزء من رقم الحديث ٤٦ (١٨٤٤)، ١٤٧٣/٣ .

[2] ملاحظه هو: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، جامع أوصاف الإسلام، رقم الحديث ٦٢ (٣٨)، ٦٥/١ .

[3] سورة الذاريات / الآية ٥٥ .

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بحیثیت باپ سیرت طیبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ تا دم واپسیں اپنی اولاد کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

دلیل:

اللہ رب العزت کا درج ذیل ارشاد گرامی اس بات پر دلالت کناں ہے:

﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَلَمِينَ ۞ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۞﴾[1]

[ترجمہ: جب اس [ابراہیم علیہ السلام] کے رب نے اس کو کہا: ''فرماں بردار ہو جا''۔ تو اس نے کہا: ''میں نے رب العالمین کی فرماں برداری کی''۔ اور اسی بات کی وصیت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو کی، کہ اے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان [یعنی مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدم رہنا]]

اس بارے میں تین باتیں:

حضرات قارئین اس بارے میں درج ذیل تین باتوں کی طرف توجہ فرمائیں:

---

[1] سورۃ البقرۃ / الآیتان ۱۳۱-۱۳۲۔

۱: وصیت سے مراد:

علامہ رازیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: [وَأَمَرَ إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ] [ابراہیم۔ علیہ السلام۔ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا] بلکہ یہ فرمایا [وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ] [اس بات کی ابراہیم۔ علیہ السلام۔ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی] اور لفظ [الوصية] میں تاکید [الأمر] کے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وصیت موت [کی آمد] کے خدشے کے وقت ہوتی ہے۔[1]

علامہ الوسیؒ نے ارشاد باری تعالیٰ: (وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ) کی تفسیر میں لکھا ہے: [التوصية] کا اصلی معنی کسی کو خیر اور تقرب الٰہی کے کام کی تلقین کرنا ہے، خواہ یہ موت کے وقت ہو، یا کسی اور وقت، اور خواہ یہ نصیحت زبان کے ذریعے ہو، یا کسی اور طریقے سے۔ لیکن عام عرف میں اس لفظ کا استعمال موت کے وقت کی گئی تلقین اور نصیحت کے لیے ہوتا ہے۔[2]

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر نیک لوگوں کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے اعزہ واقارب اور پیروکاروں کو موت آنے تک وعظ ونصیحت کرتے رہتے ہیں۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٧٢/٤. [2] ملاحظہ ہو: روح المعاني ٣٨٩/١.

[3] اسی بات کے دلائل وشواہد میں سے نبی کریم ﷺ کا آخری بیماری میں شدتِ درد کے باوجود امت کو آپ کی قبر کو مسجد بنانے سے سختی سے منع فرمانا، موت کی ہچکی بندھنے کے وقت نماز قائم کرنے کا حکم دینا، اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمانا، اور قوت گویائی کے ختم ہونے کے بعد بھی ان دونوں باتوں کی تلقین جاری رکھنے کی کوشش فرمانا، شامل ہیں۔ اور اسی بات کے شواہد میں سے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بستر مرگ سے لوگوں کو مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عراقی محاذ پر جہاد کے لیے نکلنے کی ترغیب دینا، اور شدید زخمی ہونے کے بعد بستر مرگ ہی سے ایک نوجوان کو ٹخنوں سے چادر اوپر اٹھانے کا حکم دینا شامل ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب: الحرص على هداية الناس في ضوء النصوص وسير الصالحين ص ٣٩-٤٠، ٨٠-٨٣.

۲: وصیت متعدد دفعہ کی گئی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مذکورہ بالا وصیت صرف ایک مرتبہ ہی نہ کی تھی بلکہ متعدد دفعہ فرمائی۔ قاضی ابن عطیہ اندلسیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (وَاَوْصٰی) اور دیگر (ائمہ قرات) سے (وَوَصّٰی) پڑھا ہے، اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے، البتہ (وَصّٰی) کثرت کا متقاضی ہے [یعنی یہ لفظ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متعدد مرتبہ وصیت فرمائی][1]

حافظ ابن جوزیؒ نے قلم بند کیا ہے: لفظ (وَصّٰی) (اَوْصٰی) سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ زیادہ مرتبہ وصیت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔[2]

۳: بڑی عمر کی اولاد کو نصیحت نہ کرنا:

یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے صاحبزادگان بڑی عمر کے تھے لیکن یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہیں نصیحت کرنے میں رکاوٹ نہ بنی۔ مقام افسوس ہے کہ ہم میں سے والدین کی ایک خاصی تعداد کا طرزِ عمل اس کے قطعی الٹ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اولاد کے سنِ بلوغت کو پہنچنے کے بعد انہیں کہنے سننے کی ذمہ داری ختم ہوئی۔ معلوم نہیں انہوں نے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے؟ اور کتنے ہی ناسمجھ والدین خیال کرتے ہیں کہ اولاد کی شادی کے بعد تو انہیں وعظ و نصیحت کرنا عقل و دانش اور حکمت کے منافی ہے۔ کیا ان کی عقل و دانش خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ ہے؟

کیا وہ بھول چکے ہیں کہ مخلوق میں سب سے بڑی عقل و حکمت والی شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گوشہ جگر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر محترم

---

[1] ملاحظہ ہو: المحرّر الوجيز ۱/ ۳۶۳.

[2] ملاحظہ ہو: زاد المسير ۱/ ۱۴۹.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر وعظ و نصیحت فرمائی؟''[1]

کیا انہیں یاد نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے گھر جا کر ڈانٹا؟[2]

کیا انہیں خبر نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رحمتِ دو عالم ﷺ کے دولت کدہ پر جا کر باز پرس کی؟[3]

اور پھر کیا ہمارے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور عقل و دانش والے ہیں؟

کیا ہماری بیٹیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ دین دار ہیں، جنہیں سرورِ دو عالم ﷺ نے (سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْن[4]) کا اعزاز پانے کی بشارت دی؟[5]

کیا ہماری بیٹیاں تقویٰ و پرہیزگاری میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے سبقت لے چکی ہیں جنہیں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب و خلیل حضرت محمد ﷺ کے حرم میں داخل ہونے کے شرف سے نوازا؟

اے ہمارے رب! چھوٹی بڑی عمر کی اولاد کو وعظ و نصیحت کرنے میں ہمیں

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير إيجاب، وطرق النبي ﷺ فاطمة وعليا رضى الله عنهما ليلة للصلاة، رقم الحديث ١١٢٧، ١٠/٣.

[2] ملاحظه هو: صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية، رقم الحديث ٢٩ (١٤٧٨)، ١١٠٤/٢-١١٠٥.

[3] ملاحظه هو: المرجع السابق ١١٠٤/٢-١١٠٥، نيز ملاحظه هو: صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، رقم الحديث ٥١٩١، ٢٧٨/٩-٢٧٩.

[4] اہل ایمان کی عورتوں کی سردار۔

[5] ملاحظه هو: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة رضي الله عنها بنت النبي ﷺ، رقم الحديث ٩٩ (٢٤٥٠)، ١٩٠٥/٤-١٩٠٦.

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ اور صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلا۔ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ.

خاتمہ

سب حمد وثناء مولائے رحمٰن ورحیم کے لیے کہ اس کے فضل وکرم سے بندۂ ناکارہ اس عظیم موضوع کے متعلق کچھ معروضات پیش کرنے کے قابل ہوا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمَدَادَ كَلِمَاتِهِ.[1]

اب اس ہی سے عاجزانہ التجا ہے کہ اس معمولی اور حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمادے، اور اس کو میرے، اسلام اور مسلمانوں کے لیے نافع اور مفید بنادے۔ إِنَّهُ سَمِيعٌ مُجِيبٌ.

خلاصہ کتاب:

اللہ عزوجل کی توفیق سے اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بحیثیتِ والد سیرت طیبہ کے متعدد گوشے اجاگر ہوئے ہیں جن میں سے تین درج ذیل ہیں:

-۱-

<u>وہ باتیں جن کے اولاد کی خاطر حصول کے لیے انہوں نے رغبت اور کوشش کی:</u>

۱: وہ نیک ہوں۔

۲: ان کی نسل میں سے امت مسلمہ ہو۔

۳: وہ نماز قائم کرنے والے ہوں۔

---

[1] [ترجمہ: اس ہی [اللہ تعالیٰ] کے لیے اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر، اس کے خود راضی ہو جانے کے بقدر، اس کے عرش کے وزن کے مانند، اور اس کے کلمات کی سیاہی کے مثل تعریف ہے]

۴: ان کے کھانے کے لیے کھجوریں، اور پینے کے لیے پانی میسر ہو۔

۵: اللہ تعالیٰ اس شہر کو مثالی امن والا بنا دے جس میں انہوں نے اپنی اولاد کو بسایا۔

۶: اللہ تعالیٰ انہیں پھلوں کا رزق عطا فرمائے۔

۷: اللہ تعالیٰ ان کے طعام اور مشروب میں برکت نازل فرما دے۔

۸: انہیں ملنے والا رزق عبادت اور اطاعت میں ان کا معاون ہو۔

۹: اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے محبت، پیار اور شوق کے جذبات پیدا فرما دے۔

۱۰: ان کی بہو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والی ہو۔

۱۱: اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں سے امام بنائے۔

-ب-

<u>وہ باتیں جن سے اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کے لیے انہوں نے خواہش اور کوشش کی:</u>

۱: بتوں کی پرستش سے۔

۲: ہر قسم کے شیطانوں -خواہ وہ انسانوں سے ہو یا جنوں سے- کے شر سے۔

۳: ہر بُرائی کا ارادہ کرنے والے ذی روح کے شر سے۔

۴: ہر بری آنکھ کی نظر لگنے سے۔

۵: ہر بیماری اور آفت سے۔

۶: شکوہ کرنے والی بے صبر بہو سے۔

-ج-

<u>جو طریقے انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق ارادوں اور خواہشات کی تکمیل کے لیے اختیار کیے:</u>

۱: اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دعا، اور اس سلسلے میں انہوں نے بیٹے کی ولادت سے پہلے دعا شروع کر دی۔

۲: حکمِ الٰہی کو اولاد کی محبت پر فوقیت دی۔

۳: اولاد کی دینی مصلحتوں کو ان کے دنیوی مفادات پر ترجیح دی۔

۴: اولاد کی دنیاوی مصالح کو بھی نظر انداز نہ کیا۔

۵: اپنی اولاد کو صالح ماحول میں بسایا۔

۶: اولاد کے لیے عملی نمونہ پیش کیا۔

۷: نیکی کے کام میں بیٹے کو شریک کیا۔

۸: شکوہ کرنے والی بے صبر بہو کو بیٹے سے جدا کروا دیا۔

۹: شکر گزار بہو کو اپنے پاس رکھنے کا بیٹے کو حکم دیا۔

۱۰: بیٹے اور اہل خانہ کی خبر گیری۔

۱۱: بیٹے کو حکم دینے سے پہلے اس سے مشورہ کیا۔

۱۲: اولاد کے بڑے ہو جانے کے باوجود انہیں وعظ و نصیحت جاری رکھا۔

۱۳: اپنی موت تک اولاد کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

۱۴: اپنی نسل میں سے ایک ایسے رسول کی بعثت کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی جو ان پر آیات کریمہ کی تلاوت کرے، انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اپیل:

۱: حضرات علمائے کرام، طالب علم بھائیوں اور تربیت کرنے والے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بحیثیت والد سیرت طیبہ میں غور وفکر اور تدبر کریں اور اس میں موجود دروس اور نصیحتوں سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

۲: مشرق ومغرب میں موجود تمام مسلمان والدین بلکہ غیر مسلمان والدین سے بھی اپیل ہے کہ وہ اپنی اولادوں کی تربیت کے سلسلے میں حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی بحیثیت والد سیرت طیبہ کو مشعل راہ بنائیں، اور ان میں موجود دروس اور نصیحتوں سے فیض یاب ہوں۔

اے مولائے رحیم وکریم! ہم سب کو اور ہماری اولادوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا اور اسلام ہی پر ہمارا خاتمہ فرمانا۔ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ . وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فہرست مصادر ومراجع

١ ـ "الاحتساب على الاطفال": لـ فضل الهي ، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ .

٢ ـ "الإكليل في استنباط التنزيل": للإمام السيوطي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ بتحقيق الشيخ سيف الدين الكاتب .

٣ ـ "أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير": للشيخ أبي بكر جابر الجزائري ، بدون اسم الناشر ، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ .

٤ ـ "تحفة الأحوذي": شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ .

٥ ـ "تفسير البغوي": المسمّى : "بمعالم التنزيل": للإمام أبي محمد البغوي ، ط : دار المعرفة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد عبدالرحمن العك ، ومروان سوار .

٦ ـ "تفسيرالبيضاوي": للقاضي ناصر الدين البيضاوي ، ط: دارالكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ .

٧ ـ "تفسير التحرير والتنوير": للشيخ محمد طاهر ابن عاشور ، الدار التو نسية للنشر تونس ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٣٩٩هـ .

٨ ـ "تفسير الخازن": المسمّى بـ "لباب التأويل في معاني التنزيل" للإمام الخازن ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة ، سنة الطبعة ١٣٩٩هـ .

٩ ـ "تفسير السعدي": المسمّى بـ "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان" للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ، ط: دار المغني الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ .

۱۰۔ "تفسیر أبي السعود" : المسمّی بـ " إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود ، دار إحياء التراث العربي ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

۱۱۔ "تفسير القاسمي" : المسمّی : بـ"محاسن التأويل" للعلامة محمد جمال الدين القاسمي ، ط: دار الفكر بيروت ، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸هـ ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي .

۱۲۔ "تفسير القرطبي" المسمّی بـ " الجامع لأحكام القرآن" للإمام أبي عبد الله القرطبي ، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

۱۳ ۔ "التفسير الكبير" المسمّی : بـ "مفاتيح الغيب" للعلّامة فخر الدين الرازي ، ط: دار الكتب العلمية طهران ، الطبعة الثالثة ، بدون سنة الطبع .

۱٤ ۔ "تفسير ابن كثير" المسمّی : بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير ، ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام الرياض ، الطبعة الأولى ۱٤۱۳هـ ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط .

۱۵۔ "تفسير المنار" للشيخ السيد محمد رشيد رضا ، ط : دار المعرفة . بيروت ، الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع .

۱٦۔ "التلخيص" للحافظ الذهبي ، دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

۱۷۔ "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوذي) ، للإمام أبي عيسى الترمذي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ۱٤۱۰ هـ .

۱۸ ۔ "الحرص على هداية الناس" لـ فضل إلهي ، ط : إدارة ترجمان الإسلام جحرانواله باكستان ، الطبعة الخامسة ۱٤۱۹ هـ .

۱۹۔ "دعوة الرسل إلى الله تعالى" للشيخ محمد أحمد العدوي ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ۱٤۱٤ هـ .

٢٠ ـ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلاّمة السيّد محمود الألوسي ، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الرابعة ١٤٠٥ هـ .

٢١ ـ "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي ، ط : المكتب الإسلامي بيروت ، الطبعة الأولى ١٣٨٤ هـ .

٢٢ ـ "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط : المكتب الإسلامي ، الطبعة الثانية ١٣٩٩ هـ .

٢٣ ـ "السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى" لـ فضل إلهي ، ط : إدارة ترجمان الإسلام باكستان ، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ .

٢٤ ـ "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني ، ط : دار الكتب بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ .

٢٥ ـ "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للإمام شرف الدين الطيبي ، ط : مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة ، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ ، بتحقيق د . عبدالحميد هنداوي .

٢٦ ـ "شرح النووي على صحيح مسلم" للإمام النووي ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠١ هـ .

٢٧ ـ "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري ، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٢٨ ـ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر : مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٩ هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٢٩ ـ "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ،

نشر : مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٣٠ـ "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن حجاج القشيري ، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٠ هـ ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي .

٣١ ـ "عمدة القاري" للعلامة بدر الدين العيني ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٢ـ "فتح الباري" للحافظ ابن حجر ، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٣٣ـ "فتح القدير" للعلاّمة محمد بن علي الشوكاني ، ط : المكتبة التجارية مكة المكرمة ، الطبعة الثانية ١٤١٣ هـ ، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحّام .

٣٤ـ "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل" للعلاّمة أبي القاسم الزمخشري ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٥ـ "لسان العرب المحيط" للعلاّمة ابن منظور الإفريقي ، ط : لسان العرب بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع ، إعداد وتصنيف : يوسف خياط .

٣٦ ـ "المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" للقاضي ابن عطية الأندلسي ، بدون الناشر والطبعة ، وسنة الطبع ١٤١٣ هـ ، بتحقيق المجلس العلمي بفاس .

٣٧ـ "مراعاة أحوال المخاطبين في ضوء الكتاب والسنة وسير الصالحين" لـ فضل إلهي ، ط : إدارة ترجمان الإسلام باكستان ، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ .

٣٨ ـ "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبد الله الحاكم ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٩ـ "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط : المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة

الطبعة . [أو : ط : دار المعارف مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨ هـ] . [أو ط : مؤسسة الرسالة . بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ] .

٤٠ ـ "المعجم الوسيط" للأساتذة : إبراهيم مصطفى ، وأحمد حسن الزيات ، وحامد عبدالقادر ، ومحمد علي النجار ، ط : دار الدعوة استنبول ، بدون الطبعة ، سنة الطبعة ١٤٠٦ هـ .

٤١ ـ "المفردات في غريب القرآن" للإمام راغب الأصفهاني ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني .

٤٢ ـ "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر ، ط : قران محل كراتشي باكستان ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٤٣ ـ "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير ، الناشر : المكتبة الإسلامية بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي و د . محمود محمد الطناحي .

٤٤ ـ "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر ، ط : دار المعارف مصر ، الطبعة الثالثة ١٣٦٨ هـ .

٤٥ ـ "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤوط وزملائه ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ .

مؤلف کی عربی مولفات

۱۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي

۲۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام

۳۔ حب النبي ﷺ وعلاماته

۴۔ رسائل حب النبي ﷺ

۵۔ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها ووجوبها

۶۔ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم

۷۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

۸۔ الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)

۹۔ من صفات الداعية: اللين والرفق

۱۰۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص وسير الصالحين)

۱۱۔ مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)

۱۲۔ فضل آية الكرسي وتفسيرها

۱۳۔ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)

۱۴۔ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)

۱۵۔ حكم الإنكار في مسائل الخلاف

۱۶۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)

۱۷۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه

۱۸۔ الاحتساب على الأطفال

۱۹۔ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى

۲۰۔ فضل الدعوة إلى الله تعالى

۲۱۔ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم

۲۲۔ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً

۲۳۔ مختصر حب النبي ﷺ و علاماته۔

۲۴۔ النبي الكريم صلى الله عليه و سلم معلما

۲۵۔ ركائز الدعوة إلى الله تعالى

۲۶۔ شناعة الكذب و أنواعه

۲۷۔ الأذكار النافعة (تحت الطبع)

۲۸۔ التقوى والثمراته (تحت الاعداد)

مصنف کی اردو تالیفات

- نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
- والدین کا احتساب
- فضائل دعوت
- بچوں کا احتساب
- لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
- ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
- مسائل قربانی
- مسائل عیدین
- رزق کی کنجیاں
- فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم
- اذکارِ نافعہ
- جھوٹ اور اُس کی اقسام (زیر قلم)

مصنف کی دیگر چند (اردو) کتابیں
فرشتوں کا
درود پانے والے
لعنت پانے والے
نبی کریم ﷺ سے محبت
فضائل دعوت
مسائل قربانی
مسائل عیدین
لشکر اسامہ کی روانگی
رزق کی کنجیاں